ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
20
www.tanzeem.org
7 تا 13 شعبان المعظم 1436ھ/26 مئی تا یکم جون 2015ء

ایمان اور اُمید

مومن کو جن ذرائع سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے اِن میں سے ایک کا نام امید ہے۔ یہ وہ احساس ہے جو زندگی کی شب تاریک کو منور کرتا ہے اور زندگی کی خوفناک اور پُر پیچ گزرگاہوں میں انسان کو عمل کی صاف سیدھی شاہراہ دکھاتا ہے۔ شجرِ زندگی کو اس سے بالیدگی ملتی ہے۔ تمدن کا عظیم الشان قلعہ اپنی تعمیر کے لئے اس کا مرہونِ منّت ہے اور اسی کی بدولت سعادت وخوش بختی کا مزہ قائم رہتا ہے۔

امید انسان میں عمل کا داعیہ پیدا کرتی ہے اور مداومتِ عمل پر اسے ابھارتی ہے۔ کاہل کو چست اور چست کو اور زیادہ سرگرم عمل بنا دینا اِس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کسان کو جو چیز دِن رات کھیت میں خون پسینہ ایک کرنے پر مجبور کرتی ہے وہ اچھی فصل کی امید ہے۔ تاجر خطرناک سفر اختیار کرتا ہے تو نفع کی امید پر۔ طالب علم کبھی محنت نہ کرتا اگر اسے کامیابی کی امید نہ ہوتی۔ ایک سپاہی اگر شجاعت و جوانمردی کا بھرپور مظاہرہ کرتا ہے تو اس کا محرک فتح وظفر مندی کی امید کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے۔ مریض کڑوی کسیلی دوائیں خوشی خوشی کھالیتا ہے تو اس کی وجہ بھی صحت یاب ہونے کی امید ہے۔ ٹھیک اسی طرح ایک بندۂ مومن اگر خواہشِ نفس کی مخالفت اور اپنے پروردگار کی ہر حالت میں اطاعت کرتا ہے تو اس عمل کے پیچھے بھی یہ امید ہی کارفرما ہوتی ہے کہ اسے اپنے پروردگار کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی‘ اور وہ اس کے انعامات فراواں کا مستحق ٹھہرے گا۔

جس طرح یاس اور کفر لازم وملزوم ہیں اسی طرح اُمید اور ایمان بھی متلازم ہیں‘ چنانچہ ایک ایماندار سب سے زیادہ پُر امید ہوتا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان نام ہی اُس اعلیٰ اور عظیم طاقت کو تسلیم کرنے کا ہے جو اس کائنات کا انتظام کر رہی ہے‘ جس سے کوئی چیز مخفی نہیں اور جو کسی کام سے عاجز نہیں۔ ایسی ہستی کو ماننے والا‘ جو ہر مجبور ومضطر کی پکار سنتی ہے‘ جواب دیتی اور اس کی مصیبت کو دور کرنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہے‘ نا امید کیسے ہوسکتا ہے۔

ایمان اور زندگی

علامہ یوسف القرضاوی

اس شمارے میں

مصر اور پاکستان ایک دوسرے کی راہ پر
اولاد کی تربیت اور ذہن سازی
گناہ کے ذریعے دوسروں کو خوش نہ کریں
شب زندہ داروں کی خیر
مغربی تہذیب کی دلدادہ عورت
اولاد کی پرورش
ایم کیو ایم......حقیقت پسندانہ تجزیہ
شیخ یوسف القرضاوی کا مصری عدالت کے فیصلے پر سوشل میڈیا میں بیان

الھدیٰ (660)

ڈاکٹر اسرار احمد

نظامِ دنیا اور نظامِ آخرت

سُورۃ بَنِی اِسْرَاءِ یل — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیات 13,12

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا
فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾
وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾

آیت ۱۲ ﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ’’اور ہم نے بنایا رات اور دن کو دو نشانیاں‘ تو تاریک کر دیا ہم نے رات کی نشانی کو اور روشن بنا دیا ہم نے دن کی نشانی کو‘ تا کہ تم تلاش کرو اپنے رب کا فضل‘‘

دن کو روشن بنایا تا کہ اس کی روشنی میں تم لوگ آسانی سے کسب معاش کے لیے دوڑ دھوپ کر سکو۔

﴿وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾﴾ ’’اور تا کہ تم جان لو سالوں کی گنتی اور (نظام الاوقات کا) حساب‘ اور ہر چیز کو ہم نے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔‘‘

یہ دن اور رات کا الٹ پھیر ہی ہے جو نظام الاوقات کا بنیادی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے اور دنوں سے ہفتے‘ مہینے اور پھر سال بنتے ہیں۔

آیت ۱۳ ﴿وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ﴾ ’’اور ہر انسان کی قسمت چپکا دی ہے ہم نے اس کی گردن میں۔‘‘

’’طائر‘‘ کا لفظ عربی میں عام طور پر شگون‘ نحوست اور بد قسمتی کے لیے بولا جاتا ہے‘ لیکن یہاں پر خوش بختی اور بد بختی دونوں ہی مراد ہیں۔ یعنی کسی انسان کا جو بھی مقسوم و مقدور ہے‘ زندگی میں اچھا برا جو کچھ بھی اسے ملنا ہے‘ جیسے بھی اچھے برے حالات اسے پیش آنے ہیں‘ اس سب کچھ کے بارے میں اس کا جو کھاتہ ’’اُمّ الکتاب‘‘ میں موجود ہے اس کا حاصل اس کی گردن میں چپکا دیا گیا ہے۔

﴿وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾﴾ ’’اور ہم نکال لیں گے اس کے لیے قیامت کے روز (اسے) ایک کتاب (کی شکل میں)‘ وہ پائے گا اسے کھلی ہوئی۔‘‘

ان الفاظ سے تو ایسا ہی محسوس ہوتا ہے کہ انسانی جسم کے اندر ہی کوئی ایسا سسٹم لگا دیا گیا ہے جس میں اس کے تمام اعمال و افعال ریکارڈ ہو رہے ہیں اور قیامت کے دن ایک chip کی شکل میں اسے اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ اس chip کے اندر اس کی زندگی کی ساری فلم موجود ہوگی‘ ایک ایک حرکت جو اُس نے کی ہوگی‘ ایک ایک لفظ جو اس نے منہ سے نکالا ہوگا‘ ایک ایک خیال جو اس کے ذہن میں پیدا ہوا ہوگا‘ ایک ایک نیت جو اس کے دل میں پروان چڑھی ہوگی‘ سب ڈیٹا پوری تفصیل کے ساتھ اس میں محفوظ ہوگا۔

فرمان نبویؐ

حُبِّ دنیا سے پرہیز

عَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا كَمَا يَظَلُّ اَحَدُكُمْ يَحْمِيْ سَقِيْمَهُ الْمَاءَ)) (رواہ الترمذی)

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو دنیا سے اُس کو اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح کہ تم میں سے کوئی اپنے مریض کو پانی سے پرہیز کراتا ہے‘ (جبکہ اُس کو پانی سے نقصان پہنچتا ہو)۔‘‘

تشریح: دنیا مذموم دراصل وہی ہے جو اللہ سے غافل کرے‘ اور جس میں مشغول ہونے سے آخرت کا راستہ کھوٹا ہو۔ پس اللہ تعالیٰ جن بندوں سے محبت کرتا ہے‘ اور اپنے خاص انعامات سے اُن کو نوازنا چاہتا ہے‘ اُن کو اس مردار دنیا سے اس طرح بچاتا ہے جس طرح کہ ہم لوگ اپنے مریضوں کو پانی سے پرہیز کراتے ہیں۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

7 تا 13 شعبان المعظم 1436ھ — جلد 24
26 مئی تا یکم جون 2015ء — شمارہ 20

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مصر اور پاکستان: ایک دوسرے کی راہ پر

اخوان المسلمون کے رہنما اور مصر کے سابق منتخب صدر محمد مرسی اور اُن کے 105 ساتھیوں کو فوجی حکومت نے ایک کینگرو کورٹ کے ذریعے سزائے موت سنائی ہے۔ مرسی کو یہ سزا ایک مضحکہ خیز الزام کی پاداش میں سنائی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمد مرسی کا تعلق اخوان المسلمون سے تھا جس کے بانی امیر حسن البنا تھے، جنہوں نے اپنی بھرپور جوانی اس تنظیم کی نذر کی تھی جو مصر کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کا عزم رکھتی تھی۔ حسن البنا نے اخوان المسلمون کے نظریات کو جس طرح مصری عوام کی اکثریت کے ذہن و قلب میں راسخ کیا وہ کسی بھی داعی خصوصاً داعی اسلام کے لیے آئیڈیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مصر کے قہوہ خانوں سے اٹھنے والی اس تحریک نے زندگی کے ہر شعبہ کے ذہین اور ذی شعور طبقہ کو شدت سے متاثر کیا۔ گزشتہ صدی کے وسط میں صرف تینتالیس سال کی عمر میں انہیں مصر کی ایک شاہراہ پر شہید کر دیا گیا۔ اُنہوں نے اخوان المسلمون کی تربیت کچھ اس انداز میں کی تھی کہ اس جماعت سے منسلک لوگ خود کو اسلامی نظریات اور شریعت کا پابند کرتے تھے اور اسی کی دعوت لوگوں کو دیتے تھے اور مصر کا مستقبل اسلام سے وابستہ کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے ہر آن تیار دکھائی دیتے تھے۔ اس دوران مصر میں تین طویل شخصی حکومتیں تاریخ کا حصہ بنیں جو خود کو اگرچہ جمہوریت سے جوڑتے تھے لیکن بدترین مطلق العنان حکمران ثابت ہوئے۔ وہ بالترتیب صدر جمال عبدالناصر، انور سادات اور حسنی مبارک تھے۔ ان حکمرانوں نے اخوان المسلمون پر انتہائی بیدردی سے ناقابل یقین مظالم ڈھائے۔ ان مظالم پر دنیا بھر کے مسلمان کیا، پوری انسانیت چیخ اٹھی۔ آغاز میں اگرچہ اخوان المسلمون نے بے جگری سے ان مظالم کا مقابلہ کیا لیکن حکمرانوں کے انسانیت سوز سلوک نے بہرحال اثر دکھایا۔ اخوان المسلمون میں اضمحلال پیدا ہوا۔ وہ ڈھیلے بھی پڑے۔ بہت سے لوگ تنظیم سے لاتعلق بھی ہوئے اور جماعت سے منسلک لوگوں خصوصاً ذمہ داروں نے اپنے موقف میں لچک بھی پیدا کی۔

اکیسویں صدی کے پہلے عشرہ تک حسنی مبارک صدر تھا۔ یہ شخص ظلم و ستم میں اپنے پیش رؤں پر بھی بازی لے گیا۔ علاوہ ازیں، مصر میں اپنی خاندانی بادشاہت قائم کرنے کے چکر میں تھا۔ لہٰذا اپنے بیٹے کو امور سلطنت میں آگے لایا۔ دوسرے ممالک سے تعلق اور رابطہ کے حوالہ سے اُسے خصوصی سفارتی ذمہ داری سونپی گئی۔ لیکن اخوان المسلمون کے علاوہ مصری عوام کے دیگر طبقات کی اکثریت بھی اب اس ظالم شخص کی مطلق العنان حکومت سے تنگ آ چکی تھی۔ اس کی حکومت کے خلاف مصر میں ایک عوامی تحریک زوردار انداز میں اٹھی۔ اس تحریک کو اخوان المسلمون لیڈ کر رہے تھے۔ حسنی مبارک نے ریاستی تشدد میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی لیکن عوامی غیظ و غضب میں کوئی کمی نہ آئی۔ لہٰذا حسنی مبارک کو حکومت چھوڑنا پڑی۔ ایک عبوری حکومت انتخابات کروانے کے وعدہ پر قائم کی گئی۔ اس عبوری حکومت نے لیت و لعل سے کام لیا، لیکن بالآخر اُنہیں انتخابات کروانے پڑے۔ امریکہ، یورپ اور اسرائیل مصر کے حالات پر نظر رکھے ہوئے تھے بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ حسنی مبارک کے خلاف تحریک کی انہوں نے حمایت کی۔ ایسا نہیں کہ وہ حسنی مبارک کے ظلم وستم کے خلاف تھے بلکہ وہ اس تحریک سے فائدہ اٹھا کر مصر میں سیاسی عدم استحکام پیدا کرنا چاہتے تھے۔ بہرحال انتخابات کے نتیجہ میں مصر میں اخوان المسلمون کی حکومت وجود میں آ گئی۔ صدر محمد مرسی نے حکومت سنبھالنے کے بعد اگرچہ مصر میں اسلامی نظام کا نفاذ انقلابی انداز میں تو نہ کیا البتہ اپنی سمت کا تعین کیا اور بعض ایسے اقدامات کیے جن کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس سے کسی قدر اسلامی نظام کی طرف پیش رفت ہوئی۔ لیکن اخوان المسلمون کی حکومت کو غیر ملکی قوتوں کے مدد سے فوج نے ختم کر دیا اور اُنہیں گرفتار کر لیا گیا اور سیسی نامی فوجی جرنیل نے حکومت سنبھال لی۔

سوال یہ ہے کہ اگر امریکہ اور یورپ وغیرہ نے ایک سال بعد بڑی بے تابی کے ساتھ اُن کی حکومت کو جو تبدیل کروایا تو صدر مرسی اور اخوان المسلمون کے برسر اقتدار آنے میں ہی رکاوٹیں کیوں نہ کھڑی کی گئیں؟ ہماری رائے میں یہ اندازے کی غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ امریکہ کا خیال ہو کہ اخوان اسمبلی میں اچھی خاصی نشستیں تو لے جائیں گے لیکن حکومت بنانے کی پوزیشن میں نہیں آ ئیں گے۔ دوسرا یہ کہ اخوان المسلمون اپنے سابقہ موقف کے حوالہ سے بڑی لچک کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔ صدر مرسی امریکہ کے نہ صرف تعلیم یافتہ ہیں بلکہ وہ ایک عرصہ تک وہاں پروفیسر بھی رہے ہیں وہ مغربی لباس پہنتے ہیں لہٰذا غیر ملکی اسلام دشمن قوتوں کو توقع تھی کہ مرسی کی حکومت اخوان المسلمون کے مشن کے حوالہ سے مصری عوام کو بہت مایوس کرے گی اور ہماری راہ کا یہ کانٹا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکل جائے گا کیونکہ مصری عوام ہی انہیں مایوس ہو کر رد کر دیں گے۔ واللہ اعلم! بہرحال مصر میں محمد مرسی کی سربراہی میں اخوان المسلمون کی حکومت قائم ہو گئی۔ لیکن جب ان طاغوتی قوتوں نے صدر محمد مرسی اور اخوان المسلمون کی حکومت کو تدریج کے ساتھ اسلامی نظام کی طرف بڑھتے دیکھا تو نہ صرف اپنے مخصوص انداز میں اس حکومت کے خلاف سازشیں شروع کر دیں بلکہ کھلم کھلا فوجیوں کا ساتھ دے کر ایک منتخب حکومت کا خاتمہ کروایا۔ امریکہ اور یورپ کے لیے یہ بات انتہائی باعث شرم اور باعث ندامت ہونا چاہیے کہ جس جمہوریت کو وہ اپنا ایمان کہتے ہیں اور جس کی عظمت کا وردوہ دن رات کرتے ہیں اُسے ہی وہ توپ کے گولوں سے اُڑا دیتے ہیں اگر اُن کے مقاصد پورے نہ ہو رہے ہوں یا علاقائی اور گلوبل سطح پر اُس ملک کی جمہوریت اُن کے ایجنڈے کی تکمیل میں رکاوٹ بن رہی ہو۔ دکھ اور افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اپنوں نے خصوصاً عرب دنیا نے بھی اخوان المسلمون کی حکومت کے خاتمے میں امریکہ، یورپ اور اسرائیل کی مدد کی۔ بہرحال مصر پر اس وقت فوج کی حکمرانی ہے جس نے ایک منتخب صدر کو اس مضحکہ خیز الزام پر کہ اُس نے جیل توڑ کر بھاگنے کی کوشش کی ہے، سزائے موت سنا دی گئی ہے۔

ہم محسوس کرتے ہیں اندرونی حالات اور سیاسی ابتری کے حوالہ سے پاکستان اور مصر ایک دوسرے کی راہ پر چل رہے ہیں۔ آج سے ثلث صدی پہلے پاکستان کی سپریم کورٹ نے ایک منتخب وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو قانون اور انصاف کے تقاضے بالائے طاق رکھتے ہوئے سزائے موت دی تھی۔ پاکستان آج تک اُس کے منفی اثرات بھگت رہا ہے (یاد رہے مرحوم جسٹس نسیم حسن شاہ نے خود تسلیم کیا تھا کہ ہم انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکے تھے)۔ مصر نے بھی اگر سابق صدر محمد مرسی کو پھانسی دی تو یہ نہ صرف موجودہ حکمرانوں کے گلے میں پھانس بن جائے گی بلکہ یہ پھانسی مصری عوام کو بھی ایک طویل عرصے تک عذاب میں مبتلا کر دے گی۔ دوسری طرف پاکستان میں جس طرح مصر کی نقالی کرتے ہوئے مذہبی طبقات پر کریک ڈاون کیا جا رہا ہے، جس طرح اُنہیں ہر قسم کی دہشت گردی میں زبردستی ملوث کر دیا جاتا ہے، ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ طرزِ عمل حکمرانوں کے لیے اچھے دن نہیں لائے گا۔ ہمارے ملک کا سیکولر طبقہ دینی مدارس کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ دریدہ دہن وزیر مدارس اور اسلامی شعائر کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ مصر کی طرح پاکستان میں بھی دینی رجحان رکھنے والے لوگوں کو کچلنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ حکمرانوں کو مہنگا پڑے گا۔ پاکستان کے عوام بے عمل ضرور ہیں لیکن وہ دین کے ساتھ انتہائی جذباتی لگاؤ رکھتے ہیں۔ وہ اس کا استہزا کبھی برداشت نہیں کریں گے۔ 1977ء کی تحریک نظام مصطفےٰ میں وہ اس کا عملی ثبوت دے چکے ہیں۔ آخر میں ہم پاکستان کی مذہبی سیاسی جماعتوں کی خدمت میں بھی دست بستہ عرض کریں گے کہ وہ مصر کے حالات سے سبق سیکھیں۔ اُنہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر کوئی اسلام پسند جماعت انتخابات میں کامیاب ہو بھی جائے گی تو صورت حال زیادہ سے زیادہ پارلیمنٹ میں تبدیل ہو گی۔ سول وملٹری بیوروکریسی، عدلیہ اور دوسرے اداروں میں تو وہی سیکولر قوتیں موجود رہیں گی جو پارلیمنٹ کو کسی نہ کسی طریقہ سے بالکل فارغ کر دیں گی یا مکمل طور پر مفلوج کر کے رکھ دیں گی، جبکہ اسلامی انقلاب کے ذریعے اگر پاکستان میں انقلاب آتا ہے تو وہ سیکولر قوتوں کی طاقت کو کرش کر کے اپنی منزل کو پہنچے گا، جیسے ایران میں ہوا۔ ایسی صورت میں سیکولر یا اسلام دشمن قوتیں نظام اسلام کی راہ میں حائل نہیں ہو سکیں گی۔ البتہ ہم یہ بھی بلا جھجک کہیں گے کہ اگر انقلابی جماعت نے کامیابی کے بعد تدریج یا مصلحت کے نام پر مفاہمت کا انداز اپنایا تو یہ قوتیں دوبارہ طاقتور ہو کر انقلاب کو ناکام بنا سکتی ہیں۔ لہٰذا ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم وطن عزیز میں انقلاب کے لیے منہج نبوی کا اتباع کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔

☆☆☆☆☆

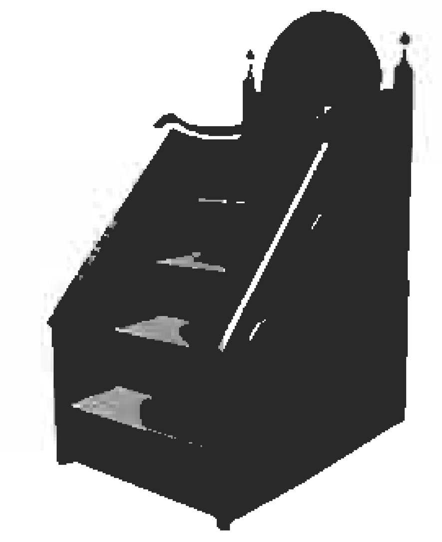

اولاد کی تربیت اور ذہن سازی

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ کے 15 مئی 2015ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

سورۃ التحریم کی آیات 6 اور 7 ہمارے زیر مطالعہ ہیں۔ اگرچہ ان آیات کے حوالے سے پچھلی مرتبہ بھی گفتگو ہوئی تھی' لیکن ابھی کچھ گوشے مزید وضاحت طلب ہیں اور آج میں انہی کو اپنا موضوعِ سخن بناؤں گا۔

آیت 6 میں اولاد کی تربیت کے حوالے سے پہلا اور بنیادی اصول دیا گیا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ ......﴾

''اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر......''

مال اور اولاد کے حوالے سے سورۃ المنافقون میں بھی ایک وارننگ دی گئی ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ......﴾ (المنٰفقون:9)

''اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے......''

سورۃ المنافقون کی یہ آیت اس تناظر میں آئی ہے کہ انسان میں نفاق کیسے پیدا ہوتا ہے! ہم تو سمجھتے ہیں کہ شاید منافق پہلے دن ہی سے سازش کے طور پر کلمہ پڑھتا ہے، حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ ایسے منافقین شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں اور دورِ نبوی ﷺ میں بھی اس کی بس ایک دو مثالیں ہیں۔ منافقین وہ ہیں جو اللہ پر صدقِ دل سے ایمان لائے ہیں، قرآن کی دعوت و تعلیم ان کے دل میں اُتری ہے اور انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ اسلام حق ہے، قرآن حق ہے، آخرت حق ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ لیکن دنیا کی محبت ایسی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور جہاد و قتال کے لیے نکلو تو اب وہ دنیا کی محبت پاؤں کی بیڑی بنی ہوئی ہے۔ تب صورت حال یہ ہوتی ہے:

تپتی راہیں مجھ کو پکاریں
دامن پکڑے چھاؤں گھنیری!

دین کے ان تقاضوں کو دیکھتے ہوئے اب وہ پیچھے ہٹنا شروع ہو جاتے ہیں۔ پیچھے ہٹنے کا بھی ایک لمبا پراسس ہے۔ پہلے بہانے کریں گے کہ اس وقت ہمارے پاس انفاق کے لیے کچھ نہیں ہے اور اس وقت ہم فلاں مجبوری کی وجہ سے جہاد کے لیے نہیں نکل سکتے۔ نبی اکرم ﷺ

مرتب: حافظ محمد زاہد

کی شرافت و مروت تھی کہ آپ جانتے ہوئے بھی کہ یہ جھوٹے بہانے کر رہے ہیں، انہیں رخصت دے دیتے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد جب انہیں محسوس ہوتا ہے کہ ہم ہر دفعہ بہانہ کر کے پیچھے رہ جاتے ہیں اور اب اس بہانے کے اندر وزن نہیں رہا تو وہ وزن پیدا کرنے کے لیے قسم کا سہارا لیتے تھے۔ یہ ہے نفاق کا سفر کہ مال کی محبت، دنیا کی محبت اور اولاد کی محبت میں دین کے تقاضے پیچھے رہ جاتے ہیں اور مال و اولاد کے تقاضے آگے آنے لگتے تھے۔ لہٰذا ان آیات میں فرمایا گیا کہ اگر منافقت یا مرضِ نفاق سے بچنا ہے تو دیکھو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ مال اور اولاد کے حوالے سے یہ ایک وارننگ دے دی گئی۔ سورۃ التحریم کی زیر مطالعہ آیت 6 میں بھی وارننگ کا سا انداز ہے' لیکن یہاں مثبت طور پر راہنمائی دی گئی ہے کہ تمہیں اپنے اہل و عیال اور بچوں کی تربیت کے حوالے سے اس اصول کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ انہیں جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں خاص طور پر اولاد کے لیے جو محبت اور شفقت رکھی ہے وہ غیر معمولی بھی ہے اور بڑی شدید بھی۔ یہی محبت ہے جس کی وجہ سے انسان اپنی اولاد کی بہتری کے لیے ساری تگ و دو کر رہا ہے۔ یہ محبت ہمیں جانوروں میں بھی نظر آتی ہے۔ کسی پرندے کے بچوں یا انڈوں کو ذرا خطرہ ہو رہا ہو تو وہ انہیں بچانے کے لیے سخت سے سخت قدم بھی اٹھا لیتا ہے۔ یہ ساری چیزیں اس کائنات کا حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فطرتی طور پر انسان میں بہت سی محبتیں ڈالی ہیں' لیکن ان میں سب سے زیادہ مضبوط اور شدید اولاد کی محبت ہے۔ یہ وہ محبت ہے جو انسان سے بہت کچھ کروا سکتی ہے۔

اس محبت کے حوالے سے میں یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ اس محبت کی نوعیت کو وہی سمجھ سکتا ہے جو باپ ہو۔ اسے academically سمجھا اور سمجھایا نہیں جا سکتا۔ ہمارے ایک نوجوان ساتھی اپنے والد صاحب کی بہت شکایت کیا کرتے تھے کہ وہ بڑے سخت ہیں اور ہر کام میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ میں ان سے کہتا تھا کہ آپ کا رویہ بہر صورت باپ کے ساتھ حسنِ سلوک، نرمی اور فرمانبرداری کا ہونا چاہیے اس لیے کہ باپ کا مقام بہت اونچا ہے۔ وہ اپنے باپ کا ذکر دشمن کی طرح کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ باپ دشمن ہو ہی نہیں سکتا اور جب آپ کی اولاد ہو گی تو آپ کو پتا چلے گا کہ باپ کیا ہوتا

ہے۔ واقعی ایسا ہی ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹی جیسی رحمت سے نوازا تو دو تین مہینے کے بعد وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ صحیح کہتے تھے۔ اب مجھے پتا چلا کہ باپ اپنی اولاد سے کتنی محبت کرتا ہے اور اب میرا اپنے والد صاحب کے ساتھ تعلق بالکل صحیح ہو گیا ہے۔

بہرحال اولاد کی محبت انسان کے دل میں اللہ نے ڈالی ہے' لیکن انسان جب توازن کھوتا ہے تو پھر یہی محبت انسان کو غلط راستے پر ڈال دیتی ہے۔ لہٰذا اسی محبت کے حوالے سے زیر مطالعہ آیت میں یہ رہنمائی دی گئی کہ تم چاہتے ہو کہ تمہاری اولاد کامیاب ہو' اس کا مستقبل سنور جائے' اسے خیر ہی خیر ملے۔ اسی طرح اولاد کی تکلیف میں والدین تڑپ رہے ہوتے ہیں۔ ویسے کہنے کو تو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ:

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

یہ زیادہ تر شاعرانہ باتیں ہیں۔ حقیقت اور عالم واقعہ میں صرف بچوں اور اولاد کو تکلیف میں دیکھ کر والدین تڑپ رہے ہوتے ہیں۔ جب تمہیں اپنی اولاد کی اتنی خیر خواہی عزیز ہے اور تم چاہتے ہو کہ ان کا مستقبل اچھا بنے' وہ کامیاب ہوں' انہیں ہر طرح سے خیر اور راحت ملے اور ان تک کوئی تکلیف نہ پہنچے تو پھر ان کی آخرت سنوارنے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچانے کی کوشش کرو۔ اصل خیر خواہی یہ ہے اور یہ ہے زیر مطالعہ آیت کا اصل تھیم۔

اس تناظر میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دنیا عارضی ہے اور اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی مستقل اور لامحدود ہے۔ ہم چونکہ وہاں تک ابھی نہیں پہنچے تو ہمیں یہی کل کائنات نظر آتی ہے۔ جب وہاں پہنچیں گے تو اس وقت یہ دنیا کیسی نظر آ رہی ہوگی؟ قرآن مجید تو ابھی سے ہماری آنکھیں کھول رہا ہے کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا نہ ہونے کے برابر ہے:

﴿فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ (38)﴾ (التوبة)

''تو (جان لو کہ) دنیا کی زندگی کا ساز و سامان آخرت کے مقابلے میں بہت قلیل ہے۔''

وہ ابدی زندگی ہے اور یہ چند سالوں پر محیط محدود سی زندگی تو پھر اس کا risk لے کر دنیا کی محدود زندگی پر قناعت کرنا اس سے بڑی حماقت کوئی ہو نہیں سکتی۔ چنانچہ جب وہاں پر پہنچیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا جس دنیا کے لیے تم نے اپنا مستقبل برباد کر دیا' اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کیا اور قرآن کے احکامات کو پاؤں تلے روندا تو اس دنیا میں تم کتنا عرصہ رہے۔ وہ کہیں گے کہ ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے ہیں۔ سورۃ المؤمنون میں بعینہٖ یہ سوال جواب موجود ہے:

﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ o قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ﴾ (المؤمنون:112)

''(پھر) وہ ان سے پوچھے گا کہ تم لوگ کتنا عرصہ زمین میں رہے ہو' سالوں کی گنتی میں؟ تو وہ جواب دیں گے: ہم تو رہے ہیں (وہاں) بس ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔''

اس دنیا کے حوالے سے قیامت کے دن ہمارے یہ احساسات ہوں گے۔ ابھی ہمارے یہ احساسات نہیں ہو سکتے اس لیے کہ ابھی تک ہم وہاں پہنچے نہیں ہیں۔ لیکن قرآن ہماری آنکھیں کھول رہا ہے اور قرآن سے سچی کوئی کتاب نہیں ہے' لہٰذا اگر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی فکر ہے تو پھر اصل مستقبل یعنی آخرت کو ذہن میں رکھ کر زندگی گزارو اس لیے کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے اور یہاں دیے ہوئے پیپر کا نتیجہ کل قیامت کے دن نکلے گا۔

یقیناً دنیا کسی وقت بھی خیر اور اچھے لوگوں سے بالکل خالی نہیں ہوتی۔ اقبال نے کہا تھا:

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو

لیکن مجموعی طور پر پوری اُمت مسلمہ کو بس اسی دنیا کے مستقبل کی فکر ہے اور اگلے مستقبل کی کوئی فکر نہیں ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے ہمارا تعلق نہ ہونے کے برابر یا برائے نام ہے۔ ہماری ساری توجہ تو سکول اور کالجوں کی تعلیم پر مرکوز ہے جو سراسر سیکولر تعلیم ہے۔ باقی رہ گئے دینی مدارس تو آج کل کے روشن خیال لوگ مدارسِ دینیہ کو جہالت کی یونیورسٹیاں قرار دے رہے ہیں جہاں قرآن و سنت کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ وہاں بھی اگرچہ ہر جگہ نصاب سٹینڈرڈ کا نہیں ہے اور اس کے اندر بھی اصلاح کی گنجائش ہے' لیکن ہے تو بنیادی طور پر قرآن و سنت کی تعلیم۔

اس حوالے سے اصل میں سب سے پہلے بچے کی ذہن سازی کرنی ہوتی ہے اور ذہن سازی میں اصل ایمانیات ہیں۔ بچوں کے ذہن میں یہ بٹھانا ضروری ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ ہمارے کرنے سے نہیں ہو رہا' بلکہ فاعل حقیقی اللہ ہے۔ ایک زمانے میں بڑی بوڑھیاں بچوں کو دوائی پلاتے وقت کہتی تھیں: **ھو الشافی** کہ دوا تو میں دے رہی ہوں' لیکن شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح بچے کو یہ بھی سمجھایا جائے کہ ہم نے یہ کام کرنا ہے' لیکن ہوگا تب ہی جب اللہ کو منظور ہوگا۔ اور جو خیر آیا ہے وہ اللہ کی توفیق سے ہے۔ یہ جو ماشاء اللہ اور ان شاء اللہ کے کلمات ہیں' یہ اصل میں ایمان کی بنیادیں ہیں۔ ان کو اگر مفہوماً سمجھ کے پڑھا جائے اور بچوں کو بھی ان کی تلقین کی جائے تو ایمان پختہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہی چیز بچے کی ذہن سازی کے حوالے سے بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔

ذہن سازی کے حوالے سے دوسری چیز یہ ہے کہ بچوں کو سمجھایا جائے اور باور کرایا جائے کہ یہ دنیا منزل نہیں ہے' بلکہ اس دنیا میں ہم امتحان کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ اصل اور دائمی زندگی آخرت کی ہے۔ یہ ذہن سازی کرنی پڑے گی۔ دنیا بھر کا میڈیا آج یہ ذہن بنا رہا ہے کہ آخرت کو بھول جاؤ اور اپنی دنیا بہتر سے بہتر بناؤ اس لیے کہ کامیابی یہی ہے صرف دنیا کی۔ یہ ذہن سازی والدین ہی کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد پھر تعلیم کا معاملہ ہے اور تعلیم میں قرآن و سنت کو ترجیح دینی چاہیے۔ باقی چیزیں ثانوی ہیں۔

اس ذہن سازی کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے بڑا خوبصورت اصول دیا ہے جو ہمیں خود بھی اپنانا چاہیے اور اپنی اولاد کے ذہنوں میں بھی راسخ کرنا چاہیے۔ وہ اصول یہ ہے کہ دنیا کے معاملات میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور دینی اعتبار سے اپنے اوپر والے کو دیکھو۔ دنیا کے معاملات میں نیچے والے کو دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ آپ غور کرو کہ فلاں کے بھی اتنے بچے ہیں اور اس کو بہت کم سہولیات حاصل ہیں' جبکہ تعیشات میں سے تو کچھ بھی اسے حاصل نہیں ہے' لیکن وہ پھر بھی گزارا کر رہا ہے تو میں کیوں شکووں شکایتوں میں پڑا ہوا ہوں کہ میرے پاس کم ہے۔ شیخ سعدی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ فقر کا یہ عالم تھا کہ پاؤں میں جوتی بھی نہیں تھی اور مجھے اللہ عزوجل کے حوالے سے منفی سے خیالات آ رہے تھے۔ مگر اسی وقت وہاں سے ایک لنگڑا گھسٹتا ہوا گزرا تو میں نے فوراً اللہ کا شکر ادا کیا کہ میرے پاؤں تو سلامت ہیں' جبکہ اس کے پاس تو یہ نعمت بھی نہیں ہے۔ لہٰذا دنیا کے معاملات میں اپنے سے نیچے کو دیکھو اور اولاد کو بھی یہی سکھاؤ۔

اس اصول کا دوسرا حصہ یہ کہ دین کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو نہیں' بلکہ اوپر والے کو دیکھو۔ آج دین میں ہم یہاں ہیں' لیکن جنہوں نے دین کے لیے قربانیاں دی ہیں وہ اعلیٰ مقام تک پہنچ گئے ہیں تو ہم کیوں نہیں پہنچ سکتے۔ مقابلہ ضرور ہونا چاہیے اس لیے کہ مقابلہ انسان کی فطرت ہے' لیکن یہ مقابلہ کس چیز میں ہو اس کے حوالے سے ہم سورۃ الحدید میں پڑھ چکے ہیں:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ (الحدید:21)

''ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین جیسی ہے۔''

اولاد کی ذہن سازی کے حوالے سے تیسری بات یہ ذہن میں رکھیے کہ ان کی اچھی تربیت اور کردار سازی کے لیے سختی بھی کی جانی چاہیے اس لیے کہ بچے کا ذہن کچا ہوتا ہے۔ کردار سازی کے حوالے سے اس پر نگاہ بھی ہو کہ اس کے شب و روز کیسے گزر رہے ہیں' اس کے معمولات کیا ہیں اور پھر اسے منکرات سے روکنے کے لیے کبھی ان پر سختی بھی کرنی پڑتی ہے۔ جیسے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ بچہ جب 7 برس کا ہو جائے تو اس کو نماز کا پابند بنانے کی کوششیں شروع کر دو اور اگر دس برس کا ہو کر کوتاہی کرے تو پھر پٹائی بھی کر سکتے ہو۔ ہمارے ہاں جو ابلیسی نظام آیا ہے اس میں اصول یہ ہے کہ بچوں کو ذرا سا بھی نہ جھڑکو۔ والدین اگر بچے پر سختی کریں گے تو بچے کو حق ہے فوراً پولیس کو فون کرے اور والدین پابندِ سلاسل یعنی سلاخوں کے پیچھے! یہ انسانیت کے حوالے سے بہت بڑی سازش ہے۔ نہ استاد کی کوئی عزت' نہ تعلیم کی کوئی عزت اور نہ والدین کی کوئی عزت۔ اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ شفقت و محبت اپنی جگہ' مگر بچے کے اوپر نظر بھی رکھو اور اگر ضرورت پڑے تو اس پر سختی بھی کرو۔

آخری پوائنٹ یہ ہے کہ جس اولاد کے لیے ہم اپنا سب کچھ لٹا دیتے ہیں اور ان کی اعلیٰ تعلیم کے لیے ہم اپنے تمام وسائل خرچ کر جاتے ہیں' لیکن اسی اولاد کے بارے میں قیامت کے دن ہمارے احساسات کیا ہوں گے۔ قرآن مجید نے دو جگہ پر وارننگ کے انداز میں اس کا ذکر کیا ہے۔ سورۂ عبس میں فرمایا:

﴿یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ۝٣٤ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ ۝٣٥ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ ۝٣٦﴾

''اس دن بھاگے گا انسان اپنے بھائی سے' اور اپنی ماں سے' اور اپنے باپ سے' اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔''

جبکہ سورۃ المعارج کی آیات اس سے بھی سخت ہیں:

﴿یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍۭ بِبَنِیْهِ ۝١١ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ ۝١٢ وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـــْٔوِیْهِ ۝١٣ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ ثُمَّ یُنْجِیْهِ ۝١٤﴾

''اُس روز مجرم چاہے گا کہ کاش وہ اُس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو' اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو' اور اپنے کنبے کو جو اسے پناہ دیتا تھا' اور روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کو' پھر یہ (فدیہ) اس کو بچا لے!''

آج اولاد کے بارے میں ہم اتنا سب کچھ کر رہے لیکن کل قیامت کے دن اسی اولاد کے بارے میں

پریس ریلیز 22 مئی 2015ء

مصر کے سابق صدر ڈاکٹر محمد مرسی کے سزائے موت کا فیصلہ انتہائی شرمناک اور قابل مذمت ہے

پاکستان کی مذہبی جماعتوں کو مصر کی صورت حال سے سبق سیکھنا چاہیے

اسلامی نظام صرف اور صرف انقلاب کے ذریعے آ سکتا ہے

حافظ عاکف سعید

پاکستان دھوکا دہی اور فریب کاری میں بہت بدنام ہو چکا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے ایک بڑے آئی ٹی ادارے axact کے حوالہ سے جو سٹوری نیویارک ٹائمز میں شائع ہوئی ہے۔ وہ اگر سچ ہے تو پاکستانیوں کے لیے باعث شرم اور ندامت ہے۔ لیکن فی الحال کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ امریکی اخبارات پاکستان کو بدنام کرنے کے حیلے ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ مصر کے سابق صدر ڈاکٹر محمد مرسی کو دی گئی سزائے موت کا ذکر کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ مصری فوجی قیادت خصوصاً جنرل سیسی کا رول انتہائی شرمناک اور قابل مذمت ہے۔ اُنہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ترکی کے سوا عالم اسلام میں کہیں سے بھی اس ظلم اور ناانصافی کے خلاف آواز نہیں اٹھی۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکہ اور یورپ جو جمہوریت کو اپنے ایمان کا حصہ قرار دیتے ہیں اُنہوں نے جنرل سیسی کی مدد کر کے بدترین منافقت کا مظاہرہ کیا ہے۔ پاکستان کی مذہبی اسلامی جماعتوں کو مخاطب کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ ان کو مصر کی صورت حال سے سبق سیکھنا چاہیے۔ انتخابات میں حصہ لے کر کوئی اسلامی جماعت کامیاب ہو بھی جائے تو وہ کسی صورت اسلامی نظام نافذ نہیں کر سکے گی کیونکہ تبدیلی صرف اسمبلی میں آئے گی طاقت کے دوسرے مراکز یعنی سول اور ملٹری بیوروکریسی عدلیہ اور دوسرے اداروں میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی لہٰذا وہ اسلام پسند اسمبلی کو یا مکمل طور پر فارغ کر دیں گے جیسا مصر میں کیا گیا یا مفلوج کر دیں گے لہٰذا اسلامی نظام صرف انقلاب کے ذریعے آ سکتا ہے جیسے ایران میں آیا تھا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

احساسات یہ ہوں گے۔ لہٰذا ابھی سے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کرو جو عام آگ سے سو گنا زیادہ شدید ہوگی، اور اس پر ایسے سخت دل فرشتے پہرے دار ہوں گے جن کو آپ کی چیخ و پکار سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آیت 7 بھی اسی موضوع سے متعلق ہے جس میں فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ 7﴾ (التحریم)

''(اس دن کہہ دیا جائے گا:) اے کافرو! آج تم عذر مت پیش کرو۔ آج تمہیں بدلے میں وہی کچھ دیا جا رہا ہے جو تم عمل کر کے لائے ہو۔''

یہاں **یا ایھا الذین کفروا** سے مراد وہ مسلمان ہیں جو دین کے عملی تقاضوں کو پورا نہیں کر رہے اور جو منافقت کے راستے پر چل پڑے ہیں۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ اب اللہ کے سامنے بہانے مت بناؤ۔ حضور ﷺ کے سامنے تم جھوٹے بہانے کرتے تھے اور وہ اپنی شرافت اور مروت میں تمہیں رخصت دے دیتے تھے لیکن یہاں ایسا نہیں ہوگا۔

آج کے موضوع سے متعلق آخری بات یہ ہے کہ میں نے کچھ عرصہ پہلے جاوید چودھری کا ایک کالم پڑھا تھا جس میں اس نے پاکستان کے بیس بائیس بڑے سرمایہ دار خاندان اور ان کا انجام لکھا تھا۔ دولت تو ان کے پاس بے حساب تھی اور اولاد کو بھی انہوں نے اس دولت سے خوب نوازا تھا لیکن ان کا انجام یہ ہوا کہ ان سب کو انتہائی حسرت ناک موت نصیب ہوئی ہے۔ اولاد نے ان سے دولت اور جائیداد ہتھیانے کے لیے قوت اور ہتھیار استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ اس سے وہ ذہنی مریض بن گئے اور پھر انہیں موت بھی ایسی ہی دردناک نصیب ہوئی۔ یہ لوگ دنیوی اعتبار سے کامیاب ترین اور رول ماڈل کہلاتے ہیں۔ آخرت میں ان کا کیا انجام ہوگا یہ تو دور کی بات ہے، لیکن دنیا میں بھی ان کے لیے رسوا کن انجام تھا۔

انسان کو چاہیے کہ قرآن کی ہدایات اور راہنمائی سے فائدہ اٹھائے اپنا قبلہ سیدھا کرے اور اپنے بچوں کی اسلامی اصولوں اور قرآنی تعلیمات کی روشنی میں تربیت اور ذہن سازی کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

☆☆☆

گناہ کے ذریعے دوسروں کو خوش نہ کریں

محمد نعیم

مومن کو خوشی کا موقع مہیا کرنا، اسے خوش کرنا بڑی عبادت ہے اور عبادت کبھی گناہ کے ساتھ جمع نہیں رہتی۔ اس کا مطلب ہے کہ مباح اور جائز طریقے سے خوش کرو۔ اگر ناجائز طریقے سے دوسروں کو خوش کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ گناہ کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا اور بندے کو خوش کر دیا، یہ کوئی عبادت نہیں۔

لہٰذا محض مجلس کو خوش گوار کرنے، دوستوں کو وقتی طور پر خوش کرنے کے لیے اور چند فانی مسکراہٹوں کے لیے اپنی زبان کو جھوٹی باتوں اور فحش لطیفوں سے آلودہ کرنا نہایت بُری عادت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے:

((اِنَّ الرَّجُلَ لَیُحَدِّثُ بِالْحَدِیْثِ مَا یُرِیْدُ بِهٖ سُوْءً اِلَّا لِیُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَیَخِرُّ بِهٖ اَبْعَدَ مِنَ السَّمَاءِ)) (مجمع الزوائد)

''آدمی بسا اوقات ایک بات صرف اس لیے کہتا ہے کہ لوگ ہنسیں گے، اس کے سوا کوئی بُرا ارادہ نہیں ہوتا، لیکن وہ اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس سے زیادہ گر جاتا ہے جتنا آسمان کا فاصلہ ہے۔''

دوسری حدیث میں ہے:

((وَیْلٌ لِّلَّذِیْ یُحَدِّثُ فَیَكْذِبُ لِیُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَیْلٌ لَهٗ وَیْلٌ لَهٗ)) (سنن ابی داؤد)

''جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولے، اس پر افسوس، افسوس، افسوس۔''

دوسروں کو خوش کرنے کے لیے اپنی آخرت تباہ نہ کیجیے۔ شادی بیاہ کی جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کھلم کھلا ہو رہی ہو، رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی ہو، ان میں صرف اس لیے شرکت کرنا کہ لوگ ناراض ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بے ادبی ہے۔ یہ ارشاد ہمیشہ یاد رکھیے:

((مَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ اللّٰهِ بِسَخَطِ اللّٰهِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَی النَّاسِ)) (جامع الترمذی)

''جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرے چاہے لوگ ناراض ہو جائیں، اللہ تعالیٰ لوگوں کی طرف سے اس کو کافی ہو جائیں گے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرنا چاہے، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے حوالے کر دیتے ہیں (اور اپنی مدد ہٹا لیتے ہیں)۔''

حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں:

''لوگوں کو خوش کرنے میں ایک شرط ہے، وہ یہ کہ اس سُرور (خوشی) کو داخل کرنے سے خود شرور (گناہوں) میں داخل نہ ہو جائے۔'' (اصلاحی خطبات 2861/9)

آج کل دیندار گھرانوں کے مرد اور عورتیں برادری کا خیال رکھتے ہوئے خوشی اور غم کے مخلوط محفلوں میں شرکت کرتے ہیں۔ بے پردہ خواتین نیم کھلے سر، کھلے سینے اور کھلے بازو زیورات، آرائش و زیبائش، نمائش کا اشتہار بن کر جلوہ نما ہوتی ہیں۔ مرد اور خواتین کو نماز کی ہوش نہیں ہوتی۔ دلہن کا تو میک اپ خراب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ موسیقی جو اسلام میں حرام ہے لیکن آج کل ڈیک، ڈھول باجہ کے بغیر ہماری شادی نامکمل ہے۔

ہم مسلمان ہیں، اسلام ہمارا سرمایۂ افتخار ہے۔ ہماری تہذیب آسمانی و آفاقی ہے۔ اس رحمٰن کی عطا کردہ ہے جو خالق و مالک کائنات ہے، اس تہذیب کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے حضرت جبرائیلؑ کے ذریعے اتارا اور نبی ﷺ کے قلب مبارک پر نازل کیا۔ لہٰذا ہمیں زندگی کے ہر معاملے میں کافروں کی پیروی کی بجائے قرآن و سنت سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ دلوں میں قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی جلا دیجیے، سارے اندھیرے خود بخود چھٹ جائیں گے۔ پھر ہمیں ہر معاملے میں اللہ کی رضا محبوب ہوگی اور بندوں کی ناراضگی کی فکر نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کی صحیح سمجھ عطا فرمائے!

شب زندہ داروں کی خیر

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

المناک صفورا واقعہ میں را کے ملوث ہونے کے شواہد ملنے کی شہ سرخیاں لگیں۔ بھارت کے ملوث ہونے کی وجوہات بھی بالکل واضح ہیں اور انگلیاں اسی کی جانب اٹھتی ہیں۔ جائے وقوعہ پر داعش کے پمفلٹ پھینک کر، ذمہ داری قبول کرنے کے جعلی بیان داغ کر حقائق چھپائے نہ جا سکے۔ سب ہی نے بیک زبان را کا نام لیا۔ تاہم کیا کیجیے کہ ہم فوراً دھماکہ داڑھی مدرسہ ایک کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ لہٰذا برانڈ نیم فوراً چالو ہو جاتا ہے۔ اصل ملزمان سے توجہ ہٹانے کو یہ پرانا طریقہ ہے۔ را، محبوب دوست امریکہ، اس کے پالتو ریمنڈ ڈیوس قبیل کے کارگزار صاف بچا لے جائے جاتے ہیں۔ باوجودیکہ بس میں ہلاکتوں پر بیک زبان تمام دینی جماعتوں، مدارس، علماء نے بھرپور اظہار مذمت کیا۔ تاہم بنتی نہیں ہے مدرسہ و عالم کہے بغیر! مجبوری یہ ہے کہ چھاپہ کسی نہ کسی مدرسے پر تو اس آڑ میں پڑے گا۔ سو وہ پڑا۔ گلشن معمار سے معروف شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل اور بڑی تعداد میں ان کے مدرسے کے طالب علموں کو جھونگے میں لگے ہاتھوں اٹھالیا!

جان کیری نے فرمایا: اس مشکل گھڑی میں امریکہ پاکستانی عوام کے ساتھ ہے۔ حالانکہ یہ گھڑی آپ ہی کا تحفہ ہے۔ آپ ہر حادثے، سانحے کے بعد مسکین، مسمی صورت بنا کر جو غم میں شریک ہونے آن کھڑے ہوتے ہیں تو یہ امت اب آپ کا چہرہ بخوبی پہچانتی ہے۔ شام میں کیمیائی حملوں، خون کی ندیوں پر آپ کے بہتے آنسو دیکھ کر مگرمچھ بھی شرمسار ہو گیا۔ یمن میں حوثیوں اور عراق شام میں ایرانی کردار پر آپ کی آشیر باد چھپی نہ رہ سکی۔ ان چال بازیوں پر دوسری مرتبہ شاہ سلمان نے اپنی ناراضگی کا دو ٹوک اظہار کر دیا۔ امریکی صدر اور ان کی اہلیہ کو ائیرپورٹ پر ہکا بکا چھوڑ کر اذان کی پکار پر سوئے مسجد چل دینے کا واقعہ زیادہ پرانا نہیں۔ اب کیمپ ڈیوڈ میں منعقدہ خلیجی ممالک کی سربراہ کانفرنس، زیر صدارت صدر اوباما میں شرکت سے انکار امریکہ کے لیے ریکٹر سکیل پر 7.8 درجے کا دھچکا ہے۔ چھ خلیجی ممالک میں سے صرف دو (قطر، کویت) کے سربراہوں نے شرکت کی۔ مشرق وسطیٰ میں حالات، اور پاکستان میں عدم استحکام کے لیے بھارت کی پشت پناہی نے امریکہ کا حقیقی چہرہ بے نقاب کر دیا ہے۔

اگرچہ یہ کوئی انکشاف نہیں ہے مگر کیا کیجیے کہ ہماری ڈالری مجبوریوں نے ہمیں دم سادھے رکھنے پر مجبور کر رکھا ہے۔ پورا ملک ہم نے آپریشنوں سے ادھیڑ ڈالا مگر دہشت گردی کی عفریت کا سرا ہاتھ نہ آیا۔ وجہ وہی ایک ہے کہ ہم حقائق کا سامنا کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ مفروضوں پر سالہا سال سے ٹامک ٹوئیاں مارتے ہم نے اصل مجرموں سے چشم پوشی کی۔ ملک دوست، اسلام اور پاکستان سے محبت رکھنے والے عناصر کو قربانی کا بکرا بنائے رکھا۔ حد تو یہ ہے کہ کے پی حکومت تو ظلم کی حدوں کو چھوتی ہوئی نامعقولیت پر اتر آئی۔ ارشاد ہوا ہے کہ لاپتہ شخص دہشت گردی میں ملوث ہوا تو ذمہ دار خاندان ہوگا۔ جائیداد ضبط، عمر قید اور پھانسی ہو سکتی ہے! لاپتگی، پاکستان کے جسد پاک کو لاحق سب سے بے رحم، خونخوار بیماری کا نام ہے۔ ذرا آمنہ مسعود جنجوعہ، پشاور ہائی کورٹ اور لکی مروت نوعیت کے حراستی مراکز کے گرد سالہا سال سے دربدر ہوتے بوڑھے والدین، عورتوں، بچوں کو دیکھ لیجیے۔ کئی پی ایچ ڈی مقالے اس پر لکھے جا سکتے ہیں۔ جبری لاپتگی کیا ہے؟ کیوں ہے؟ بغیر شواہد اچانک دھاوا بول کر اٹھا لیے جانے اور پھر کسی عدالت، انصاف، قانون کا منہ نہ دیکھنے میں جو کسر باقی تھی وہ اب یوں پوری ہوگی؟ بلکتے خاندانوں کی جائیدادیں ضبط ہوں گی؟ عمر قید...... کیا اپنے پیاروں کے ساتھ دی جائے گی؟ یہاں تو پولیس مقابلوں میں مار کر انصاف فراہم کیا جاتا ہے! ہم وہ ہیں کہ قرآن کے پہلے صفحہ پر مالک یوم الدین تو ضرور ہی پڑھتے ہیں الا ماشاء اللہ! اللہ کا نظام عدل بروز آخرت دیکھیے۔ باوجودیکہ وہ مالک الملک ہے لیکن اپنے علم کی بنیاد پر یونہی جنت، جہنم نہ بھیج دے گا۔ وہ اللطیف الخبیر، العلیم ہے۔ پھر بھی عدالت قائم ہوگی۔ کراماً کاتبین کا مرتب کردہ ریکارڈ پیش ہوگا۔ مرزا غالب کے شعر کا جواب بھی مل جائے گا۔ پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق، آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا! تو جناب اعضاء کی گواہی، کھال تک بول اٹھے گی، زمین کی گواہی۔ سکرینوں پر کیا کچھ نہ چلے گا۔ خالق و مالک سائنس ٹیکنالوجی کے ہاں ریکارڈ ہیک نہ ہوگا۔ فائل کرپٹ نہ ہوگی۔ کمپیوٹر وائرس ڈیٹا کھا نہ جائے گا۔ ہر راز پر سے پردہ اٹھ جائے گا۔ اس دن کو تو آ کر رہنا ہے۔ کیا ستم ہے کہ قائماً بالقسط، انصاف پر قائم رب کے نبی الصادق الامین ﷺ کی امت جس کے لیے حکم اور شناخت ہی یہ تھی: انصاف کے علم بردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو (النساء:135) امریکہ واسطے کے گواہ بن کر ظلم کے جھنڈے گاڑنے کھڑے ہو گئے!

یہ ہے وہ بے خدا عصری تعلیم کا حاصل (Product) جس پر وزیر پرویز رشید آپے سے باہر آ گئے! دل میں چھپی نفرت، زہر بن کر نکل آئی۔ صفورا واقعہ کی اوٹ میں چھپنے کی گنجائش نہیں۔ حکومت کو وزیر کے بیان کا نوٹس لینا اور اپنا موقف واضح کرنا ہوگا۔ یہ بیان آئین پاکستان، نظریۂ پاکستان سے صریح انحراف ہے۔ ایسا بیان دے کر وزیر تو کجا، عوامی نمائندے ہونے کی اہلیت بھی کھو دیتا ہے۔ امریکہ نے دریدہ دہنوں کی پوری دنیا میں حوصلہ افزائیاں کر کر کے مسلم امہ میں انتشار اور ہیجان برپا کر رکھا ہے۔ یہ اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ ہمارا عصری نظام تعلیم حد درجے ناقص معیار انسانیت (مسلمانیت تو بہت بلند پایہ چیز ہے) پیدا کر رہا ہے۔ ہر شعبہ زندگی میں قانونی ضابطوں کی دھجیاں اڑانے والے بدعنوان، اخلاق و کردار سے عاری افراد الا ماشاء اللہ چھائے ہوئے ہیں۔ انگریز کا بنایا ہوا یہ فرسودہ نظام ایک آزاد ملک کے شایانِ شان نہیں۔ ملک فروش، مفاد پرست عناصر کا تحفظ کرتا ہے۔ دیانت دار، باضمیر افراد کو پنپنے نہیں دیتا۔ گورا بلاوجہ تو اس پر پانی کی طرح پیسہ نہیں بہا رہا (جس کی سرشت یہ ہے کہ ایک ہوٹل کے میز پر بیٹھ کر کھانا کھانے والے باپ بیٹا اپنے اپنے پیسے خود ادا کرتے ہیں!)۔ سب سے زیادہ سرمایہ کاری

لڑکیوں کی تعلیم، انہیں امریکہ، یورپ کے پھیرے لگوانے اور روزگار دینے میں کی جارہی ہے۔ حال ہی میں چکوال اور وہاڑی جیسے علاقوں سے طالبات منتخب کر کے تعلیم اور دیگر ضروریات کے تحت جانے والی لڑکیوں کی شائع شدہ تصویر دیکھ لیجیے۔ ان سادہ لڑکیوں کو لے جا کر امریکی جنگلوں میں بغرض تربیت چھوڑ دینا قوم کی فلاح کا کون سا سامان لائے گی؟ عصری تعلیم اور روزگار کے لیے لڑکیوں پر مواقع کی بوچھاڑ دیکھیے۔ لڑکوں کی ناقدری بھی ملاحظہ ہو۔ اسی بنا پر مغرب میں تو مردوں نے تنگ آ کر تبدیلی جنس پر کمر کس لی ہے۔ ہم کیا چاہ رہے ہیں؟

ایک آزاد، باوقار ملک کی حیثیت سے دنیا میں جینے کے لیے، ضرورت اس امر کی ہے کہ پرویز مشرف کی لاگو کردہ ہلاکت خیز پالیسیاں ختم کر دی جائیں۔ اپنے عقائد، قابل فخر نظریے پر واپس لوٹیے۔ تعلیم، خارجہ، داخلہ پالیسی کا قبلہ درست کیجیے۔ نئے معاشی امکانات کے تحت امریکی خیرات کا کشکول توڑیئے۔ کراچی کا امن مضبوط ہاتھ سے درست کیجیے، سیاسی ہیرا پھیری سے بالاتر ہو کر۔ دہشت گردی کے نام پر تن ہمہ داغ داغ کرنے والی وحشت ناک جنگ سے نکل آیئے۔ ورنہ اس بہتی گنگا میں راکو ہاتھ دھونے سے آپ شاید روک نہ سکیں!

ترے آسمانوں کے تاروں کی خیر
زمینوں کے شب زندہ داروں کی خیر!

☆☆☆☆☆

دعائے صحت

☆ حلقہ کراچی شمالی بفرزون شادمان کے ناظم تربیت جناب جمیل احمد کی بہن اور بھانجا شدید بیمار ہیں اور ventilator پر ہیں
اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔
قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

دعائے مغفرت إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ سمن آباد، لاہور کے ملتزم رفیق فقیر محمد شاہد وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی مرحوم کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُ حِسَابًا يَّسِيْرًا

قابل غور

مغربی تہذیب کی دلدادہ عورت

سید محمود حسن

عورت کو اسلامی معاشرہ میں جو بلند بالا مقام اور عزت وحرمت کی پاسداری حاصل ہے، اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ شیطان اور اس کی ذریت مسلمان عورت اور بنات اسلام کو چادر اور چار دیواری سے باہر نکال کر مسلمانوں کی سادہ اور باحیا تہذیب وثقافت سے رفتہ رفتہ دور کرنے میں لگے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((نِسَآءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا)) (مسلم)

”جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں، لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں اور مردوں کی طرف متوجہ رہتی ہیں ان کے سر بختی اونٹ کے ٹیڑھے کوہان کی طرح ہیں، وہ نہ تو جنت میں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔“

حضور ﷺ نے ان بے لگام عورتوں کی نشانیاں بتائی ہیں جو دوزخ کا ایندھن بنیں گی۔

((كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ))

”وہ کپڑے پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں“

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ستر چھپانے کے لیے کپڑے نہیں پہنتیں بلکہ وہ ایسا باریک یا چست لباس پہنتی ہیں جس سے ان کے حسن وجمال کی چمک دمک نمایاں ہو اور ان کے بدن کی جھلکیاں دیکھنے والوں کو مقناطیس کی طرح کھینچ لیں۔ ظاہر ہے کہ جو عورت ایسا لباس پہنے جس سے اس کا سارا بدن عریاں یا نیم عریاں ہو جائے وہ فی الواقع ننگی ہے۔

حضور ﷺ نے ایسی عورتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

((رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ)) (بخاری)

”بہت عورتیں ایسی ہیں جو دنیا میں کپڑے پہنتی ہیں مگر آخرت میں ننگی ہوں گی۔“

اس کا مفہوم یہ ہے کہ باریک یا نیم عریاں لباس پہننے والی عورتوں کو قیامت کے دن ذلیل اور رسوا کیا جائے گا اور ان کو بہت سخت سزا ملے گی۔

((مُمِيْلَاتٌ))

”لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں“

اپنے حسن وجمال اور زینت وآرائش کی نمائش کر کے وہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

اس لفظ کا دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ وہ دوسری عورتوں کو بری راہ پر ڈالتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ دوسری عورتوں کو فسق وفجور کا خوگر بناتی ہیں اور ان میں بے حیائی اور فحاشی پھیلاتی رہتی ہیں۔

((مَائِلَاتٌ))

”وہ مردوں کی طرف متوجہ رہتی ہیں“

مطلب یہ ہے کہ ذوا قہ ہونے کی وجہ سے وہ نامحرموں کی تاک میں رہتی ہیں۔ اس لفظ کا دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی کرتی رہتی ہیں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ گناہ پسند ہونے کی وجہ سے وہ بڑی بے شرم اور آوارہ مزاج ہوتی ہیں۔

رُءُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ

”ان کے سر بختی اونٹ کے ٹیڑھے کوہان کی طرح ہیں“

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نسوانی حیا کے جذبہ سے عاری ہو جاتی ہیں‘ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مردوں کو گھورتی رہتی ہیں اور ان کی گردنیں ناز سے ایک طرف کو جھکی ہوئی ہوتی ہیں۔

عریانی پسند صاحبزادیوں کی نگاہ میں پاکدامنی اور شرم دقیانوسی نظام کا حصہ ہے۔ اس لیے وہ بے حیائی‘ بدکاری اور عیاشی کے مشغلوں کو پسند کرتی ہیں بلکہ ”ترقی اور ثقافت“ کے اس مشن کو وہ سادہ لوح خواتین میں رواج

دینے کی کوشش کرتی ہیں تاکہ ''آزادی'' کی اس نعمت سے حوا کی کوئی بیٹی محروم نہ رہے۔

بڑے رنج اور افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہماری خواتین چست اور باریک لباس پہننے میں کسی بگڑی ہوئی قوم سے پیچھے نہیں ہیں۔ مسلمان عورت کو ایسا باریک لباس نہ پہننا چاہئے جس سے اس کے بدن کا رنگ صاف طور پر نظر آئے۔ ایسے باریک کپڑے کا دوپٹہ اوڑھنا بھی جائز نہیں ہے جس کے نیچے سے سر کے بال نظر آ رہے ہوں۔

حضرت حفصہ ؓ اپنی پھوپھی ام المؤمنین حضرت عائشہ ؓ کی خدمت میں جب باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے حاضر ہوئیں تو انہوں نے اس دوپٹے کو چاک کر کے اسے موٹا دوپٹہ اوڑھنے کے لیے دیا۔ (موطا امام مالک)

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پہلی مہاجر خواتین پر رحم فرمائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت:

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾

(النور)

''اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں''

نازل فرمائی تو انہوں نے اپنی موٹی چادروں کو پھاڑ کر دوپٹے بنائے اور اوڑھ لیے حضرت عائشہ ؓ نے انصار کی عورتوں کی بھی تعریف کی اور فرمایا کہ جب سورۃ النور کی مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی تو انہوں نے اپنے کمر پٹے پھاڑ کر ان کی اوڑھنیاں بنالیں۔ (ابوداؤد)

جاہلیت ...... چاہے قدیمہ ہو یا جدیدہ...... ایک ایسی تہذیب کی علمبردار ہے جس میں بے حیائی فیشن کی حیثیت سے فروغ پاتی ہے اور بدکاری و بے راہ روی نہ صرف یہ کہ معیوب نہیں ہوتی بلکہ اس کے خلاف بلند ہونے والی آواز کو رجعت پسندی کی علامت قرار دیا جاتا ہے حالانکہ شرم و حیا ایمان کا اہم شعبہ ہے اور اسلام میں بے حیائی اور بے شرمی کے کاموں کی اجازت نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں حضور ﷺ کی طرف سے امت کو جو ''اصولی تعلیمات'' پہنچی ہیں، اس کے اہم نکات یہ ہیں:

1) لباس اور وضع میں عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

2) عریاں ہونا جائز نہیں ہے الا یہ کہ آدمی رفع حاجت کے لیے جائے یا بیوی کے پاس جائے۔ اس صورت میں بھی آدمی کو صرف ضرورت کی حد تک عریاں ہونے کی اجازت ہے۔ ضرورت سے زیادہ یا بغیر کسی وجہ کے عریاں ہونا ممنوع ہے۔

3) جسم کے جس حصہ کا کھولنا یا دکھانا باعث شرم و عار ہو وہ ''ستر'' ہے۔ جلوت اور خلوت میں ستر کھولنا جائز نہیں ہے۔

مرد کے لیے مرد کا ستر اور عورت کے لیے عورت کا ستر ناف اور گھٹنوں کے درمیان کا حصہ ہے۔ مرد کے لیے عورت کا ستر اس کا سارا بدن ہے سوائے اس کے چہرے اور ہاتھوں کے۔ کوئی شخص...... چاہے وہ مرد ہو یا عورت......

کسی دوسرے مرد یا عورت کے ستر پر نگاہ نہ ڈالے الا یہ کہ وہ دونوں میاں بیوی ہوں۔

4) دو مرد عریاں ہو کر، یا دو عورتیں ننگی ہو کر ایک بستر پر نہ لیٹیں۔

5) مغویہ لڑکیوں کی خرید و فروخت حرام ہے۔ جو شخص کسی مغویہ لڑکی کو خرید کر لونڈی کی حیثیت سے اسے اپنے پاس رکھتا ہے اور اس سے صنفی تعلق قائم کرتا ہے وہ زانی ہے۔

6) جو شخص کسی لڑکی کو خرید کر اس سے نکاح کرتا ہے وہ سخت گناہ گار ہے کیونکہ اس نے ایک آزاد لڑکی کو خریدنے کا جرم کیا ہے۔

7) ہمارے ملک کے بعض حصوں میں ایسے معاشرے اب تک موجود ہیں جہاں کسی لڑکی سے شادی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے جب تک وہ اس کے والدین یا سرپرست کو اس کی منہ مانگی قیمت ادا نہ کر دیں۔ اسلام کی معاشرت ان بے ہودہ خرافات کا تصور بھی نہیں کر سکتی کجا کہ وہ اس کی اجازت دے۔

8) عورت کا اجنبی مرد پر اور مرد کا نامحرم عورت پر بری نیت سے نگاہ ڈالنا حرام ہے۔

9) شوہر کے سامنے غیر عورت کے حسن و جمال کی تعریف کرنا فتنہ سے خالی نہیں ہے۔

10) جو عورت اپنے شوہر کے گھر کے سوا کسی اور جگہ اپنا لباس اتار کر رکھ دیتی ہے، وہ بہت بے حیا ہے۔

11) مردوں کا برہنہ ہو کر یا عورتوں کا عریاں ہو کر یا مردوں اور عورتوں کا برہنہ ہو کر ایک جگہ غسل کرنا حرام ہے۔

12) بن ٹھن کر مردوں کا دل لبھانے والی اور ناز نخرے سے چلنے والی عورت قیامت کے دن سراپا تاریکی کی شکل میں نمودار ہوگی۔

13) فیشن کی دلدادہ، مصنوعی بال لگانے اور لگوانے والی عورت خدا کے رسول ﷺ کی زبان میں ملعون ہے۔

14) چست یا نیم عریاں یا باریک لباس پہننے والی عورتوں کے لیے قیامت کے دن جنت میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

اسی طرح جو عورتیں اپنے حسن و جمال کی نمائش کر کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور نامحرموں کی تاک میں رہتی ہیں اور غیر مردوں کو گھورتی رہتی ہیں وہ جنت میں نہ جائیں گی۔ مسلمان عورت کو چست اور باریک لباس پہننے سے اجتناب کرنا چاہیے یہاں تک کہ وہ سر پر ایسا دوپٹہ بھی نہ اوڑھے جس کے نیچے سے اس کے سر کے بال نظر آ رہے ہوں۔

آج کل ہماری بعض باپردہ خواتین پردے کے لیے گاؤن یا برقعہ تو پہنتی ہیں لیکن چست اور کڑھائی والے برقعے پہن کر گھر سے باہر نکلتی ہیں۔ ایسے پُرکشش موتی اور کڑھائی سے بھرپور برقعوں کی بجائے سادہ برقعے پہننے بہتر ہیں۔ پہلے زمانے میں جب نوجوان بچیاں گھر سے نکلتی تھیں تو ایسے چلتی تھیں جیسے بوڑھی عورتیں چل رہی ہوں تاکہ غیر مرد کی اس کی طرف توجہ نہ جا سکے۔

شریعت میں تو نام تک بھی پردہ ہے۔ اپنا نام کسی غیر مرد کو نہ بتائیں۔ ضرورت پڑے تو فلاں کی بیٹی، فلاں کی بیوی، فلاں کی امی، نام کا بھی پتہ نہ چلے۔ اس طرح گھر سے باہر نکلتے ہوئے خوشبو استعمال کرنے سے پرہیز کریں۔ بجنے والے زیور سے پرہیز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری سب ماں، بہن، بیٹیوں اور بیویوں کو عفت و پاک دامنی کا نمونہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆

ضرورت رشتہ

فیصل آباد میں مقیم لڑکی، عمر 23 سال، تعلیم ایم اے (انگلش)، ایم ایڈ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، نیک صورت و نیک سیرت، دراز قد، گھریلو امور سے واقف کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، صاحب روزگار، باکردار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0341-7864085

☆☆☆☆

اولاد کی پرورش

13 مئی 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

مہمانانِ گرامی:
جہانگیر محمود (ماہر تعلیم)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: آصف حمید

سوال: ایک طرف یہ کہا گیا کہ مال اور اولاد آزمائش ہیں۔ پھر کہا گیا کہ تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں تمہارے دشمن ہیں، ان سے ہوشیار رہو۔ آزمائش اور دشمن کے لحاظ سے آپ اولاد کو کیسے دیکھتے ہیں؟

جہانگیر محمود: عربی زبان میں آزمائش کے معنی امتحان کی شکل میں آتے ہیں۔ اگر اس آزمائش میں انسان ہار جائے یا کمزور پڑ جائے تو پھر وہ ایک دشمن کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا کہ قرآن تمہارے حق میں حجت ہو سکتا ہے، تمہارا گواہ ہو سکتا ہے اور تمہارے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ قرآن مجید انسان کے لیے اللہ کی طرف سے رحمت اور ہدایت ہے۔ جب انسان اس کے خلاف کھڑا ہو جاتا ہے تو وہ انسان کا دشمن بن جاتا ہے۔ جب انسان اپنے مال یا اولاد یا بیویوں کو اتنی زیادہ اہمیت اور ترجیح دے کہ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات ثانوی حیثیت اختیار کر جائیں تو ایسے میں وہی اولاد دشمن کہلائی جائے گی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس دنیا کے مال و متاع میں سے بہترین یہ ہے کہ انسان کو اچھی بیوی مل جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی بیوی جسے ایک طرف دشمن کہا گیا وہ بہترین نعمت بھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ شریعت الٰہی کے حدود کی پابندی کی جائے۔

ایوب بیگ مرزا: عربی میں فتنہ آزمائش کو کہتے ہیں۔ میں اس کے لیے کسوٹی کا لفظ استعمال کروں گا۔ اولاد اور بیوی بچے کسوٹی ہیں۔ اس پر پرکھ کر دیکھا جائے گا کہ آدمی اِدھر جاتا ہے یا اُدھر۔ یعنی مال اور بیوی بچوں سے محبت اگر اللہ کے بنائے ہوئے قوانین اور رسول اکرم ﷺ کے فرمودات سے ہم آہنگ رہ کر کی جاتی ہے تو آپ آزمائش میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن اگر آپ کے پاس حلال اور جائز طریقے سے پیسے نہیں ہیں اور آپ کو بیوی یا بچوں کی محبت اس درجے لے جاتی ہے کہ آپ حرام میں منہ مار لیتے ہیں تو پھر آپ اس آزمائش میں ناکام ہو گئے۔ جب سے کرنسی نے کاغذ کی صورت اختیار کی ہے، یہ بہت بڑی آزمائش بن گئی ہے۔ اس محبت میں اگر آپ نے اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کو پامال کیا تو آپ اس آزمائش میں بری طرح فیل ہوتے ہیں۔ اس صورت میں فرمایا گیا کہ ان سے ہوشیار رہو۔ دوسری ایک اور بات بڑی اہم ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین اسلام کس طرح توازن پیدا کرتا ہے! ایک طرف یہ فرمایا کہ ان میں تمہارے دشمن چھپے ہیں، دوسری طرف نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے، اور میں تم میں سے سب سے زیادہ اپنی ازواج سے اچھا سلوک کرنے والا ہوں۔ یعنی

مرتب: محمد خلیق

ایک معیار مقرر کر دیا۔ لہٰذا آپ کو ایک توازن برقرار رکھنا ہوگا کہ ان سے اچھا سلوک بھی کرنا ہے اور ان کی جائز خواہشات بھی جائز طریقے سے پوری کرنی ہیں۔

آصف حمید: یعنی اولاد جنت کے حصول کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور وہی جہنم کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: ازواج مطہرات فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس بیٹھے ہوتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ ہم میں بڑے گھل مل گئے ہیں، یہاں سے اُٹھیں گے ہی نہیں، لیکن اچانک اذان کی آواز آتی تو آپ ؐ ایسے اُٹھتے جیسے ہم سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ یہ ہے توازن!

سوال: ہمارا معاشرہ کتنا آگاہ ہے اس چیز سے کہ کس مقام پر جا کر اولاد اور مال آزمائش بنتے ہیں؟

جہانگیر محمود: ایسے تو صرف چند لوگ ہی ہوں گے، یا پھر وہ طبقہ جو کچھ نہ کچھ دین کے ساتھ منسلک ہے اور اپنے گھروں میں دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہے۔ ایک عام شخص جو سیکولر لائف سٹائل گزارتا ہے، وہ تو شاید اس کے بارے میں کچھ نہ جانتا ہو۔ اس سے تو آپ جب بھی پوچھیں گے کہ تم یہ ناجائز کام کیوں کرتے ہو تو وہ جھٹ سے کہے گا کہ جی کیا کریں، بیوی بچوں کے لیے کرنا پڑتا ہے۔ حرام کمانے والوں کے لیے یہ ایک عام سا جواز ہے۔

سوال: والدین کے اوپر اولاد کی پرورش کے حوالے سے کیا ذمہ داری ہے؟

جہانگیر محمود: نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ والدین سے جو بہترین تحفہ عطا ہو سکتا ہے وہ اچھے اخلاق ہیں۔ ایک شخص سیدنا عمر ابن الخطابؓ سے شکایت کرتا ہے کہ میرا بیٹا میرا حق ادا نہیں کرتا۔ وہ اس برخوردار کو بلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارا والد شکایت کر رہا ہے کہ اس کا حق تم ادا نہیں کرتے۔ لڑکے نے کہا: جی، نہیں کرتا۔ اس کو نصیحت کی گئی۔ بات سننے کے بعد نوجوان نے پوچھا: کیا بیٹے کا بھی باپ پر کوئی حق ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں حق ہے۔ کہا: کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ بیٹے کا اپنے باپ کے اوپر یہ حق ہے کہ وہ اسے قرآن کی تعلیم دے، اور اس کو کمانا سکھائے، اس کو اچھی ماں دے، اس کو اچھا ماحول دے۔ اس پر نوجوان نے کہا کہ میرے والد سے پوچھیے، کیا ان میں سے کوئی بات میرے باپ نے پوری کی ہے! جب اس بوڑھے سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا کہ بابا جی پھر آپ اپنا حق کیسے مانگتے ہیں۔

آصف حمید: ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ بیٹے کو کم سے کم اس قابل ہونا چاہیے کہ وہ باپ کا جنازہ خود پڑھائے، اور باپ کو اس قابل ہونا چاہیے کہ بیٹی کا نکاح خود پڑھائے۔

> وعظ اور نصیحت اپنی جگہ لیکن والدین اپنے رویوں اور طرزِ عمل سے بچوں کی تربیت کریں

ایوب بیگ مرزا: والدین کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ اولاد کی عملی طور پر تربیت کریں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کو سامنے بٹھا کر ہر وقت لیکچر دیا جائے۔ مثلاً بچہ اپنے والد کو سچ بولتے ہوئے دیکھے۔ اکثر بچے کو کہا جاتا ہے: جاؤ، جو شخص دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے اس کو کہہ دو کہ ابو گھر پر نہیں ہیں۔

آصف حمید: اس سے بچے کے اندر جھوٹ کی شناعت ختم ہوجائے گی۔

ایوب بیگ مرزا: کیا وہ بچہ ضرورت پڑنے پر اپنے لیے جھوٹ نہیں بولے گا! اگر باپ ایک دوکاندار ہے تو وہ بچے کو اپنے ساتھ بٹھا کر عملاً دکھائے کہ پورا کیسے تولا جاتا ہے۔ اپنا عہد عملاً پورا کر کے دکھائے۔ لیکچر اور وعظ بھی اپنی

> **بچوں کو نماز فجر کے لیے بھی اسی طرح اٹھانا چاہیے جیسے سکول کے لیے اٹھایا جاتا ہے**

حیثیت رکھتے ہیں، لیکن اگر والدین اپنے کردار کے ذریعے تعلیم دیں تو یہ زیادہ پائیدار اثرات کی حامل ہوگی۔ ہر نظام یا مذہب کی کچھ core ویلیوز ہوتی ہیں۔ اسلام کی کور ویلیوز میں عدل اور حیا کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ اگر ہمارا تعلیمی اور تربیتی نظام حیا اور عدل کے مطابق نہیں ہوگا تو ہمارا معاشرہ شاید ایک سیکولر دیانت دار معاشرہ تو بن جائے لیکن وہ کبھی بھی ایک اسلامی معاشرہ نہیں بن سکتا۔

سوال: والدین اپنے بچوں کی دنیاوی تعلیم کے بارے میں کافی فکر مند رہتے ہیں، لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ اولاد کی اُخروی فلاح کے حوالے سے تربیت دنیاوی ترقی پر توجہ کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتی؟

جھانگیر محمود: ہمارے دین میں سارا زور آخرت ہی پر ہے، کیونکہ ہر چیز کا اصل اجر یا سزا آخرت ہی میں ملنی ہے۔ جس فرد کو اپنی ہی آخرت کی فکر نہیں، وہ اپنی اولاد کا بھی یہی حال کرے گا۔

آصف حمید: تین تین ٹیوشنز لے کر دی ہوئی ہیں، بچوں کی رپورٹ باقاعدگی سے دیکھی جاتی ہے۔ لیکن بچے نے کوئی ایک نماز بھی پڑھی کہ نہیں، اس بارے میں کوئی پریشانی ہی نہیں۔

جھانگیر محمود: والدین تو اس حد تک بھی چلے جاتے ہیں کہ اگر امتحانات قریب ہیں تو دینوی پڑھائی کی لیے بچوں کی نماز، تراویح، روزہ بھی چھڑوا دیتے ہیں۔ بچے کو دنیوی تعلیم یا ہنر سکھا کر اور اس کو ڈگری دلوا کے اچھی نوکری پر لگوانے سے وہ اپنے میدان عمل میں تو شاید کوئی نام کما لے لیکن اگر آپ یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ایک اچھا انسان بھی بنے گا تو محض خام خیالی ہے۔ اس کے لیے بچے کی تربیت اخلاقی طور پر بھی کرنی ہوگی۔

آصف حمید: ہمارے اسلاف میں جب کسی لڑکی کا حمل ٹھہر جاتا تھا تو گھر میں قرآن مجید کی تلاوت شروع ہو جاتی تھی کہ بچہ اس سے آشنا ہونا شروع ہو جائے۔ آج کل کیبل پر فحاشی اور بے حیائی کے پروگرام دیکھے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے وہ بچہ ماں ہی سے سب چیزیں لے رہا ہوتا ہے، تو اس کے اندر یہ چیز بھی آ رہی ہوتی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: اسی مرحلے پر اب تو سکولوں میں رجسٹریشن کرالی جاتی ہے۔ یہ امر انتہائی افسوس ناک ہے کہ ہم مسلمان کہلاتے ہوئے یہ باتیں کر رہے ہیں۔ آپ صبح کو ایک جائزہ لے لیجیے کہ کتنی مائیں ہیں جو بچوں کو فجر کی نماز کے لیے اُٹھاتی ہیں جبکہ سکول کے ٹائم کے لیے کس طرح اُٹھا رہی ہوتی ہیں۔ ڈنڈا ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے، اگر ان کی آواز پر بچہ نہ اُٹھے تو پھر باپ اپنی گرجدار آواز دیتا ہے۔ ہمارے 99 فیصد گھروں میں آپ کو یہ چیز نظر آ جائے گی۔

سوال: کیا یہی بچے قیامت کے دن ہمارے خلاف دلیل، حجت نہیں بن جائیں گے کہ اے اللہ انہوں نے تو ہمیں نماز کے لیے اُٹھایا ہی نہیں؟ انہوں نے ہمیں دین سکھایا ہی نہیں؟

جھانگیر محمود: یہ اولاد قیامت میں تو کھڑی ہو گی، بلکہ اس کے ثمرات دنیا ہی میں دکھائی دینے لگیں گے۔ بیگ صاحب نے فرمایا کہ مائیں بچوں کو سکول کے لیے صبح ڈنڈے سے اُٹھاتی ہیں لیکن فجر کے لیے نہیں اُٹھاتی۔ میرا مشاہدہ یہ ہے کہ صورت حال اس سے بھی ایک درجہ آگے چلی گئی ہے۔ اب تو مائیں صبح اُٹھاتی ہی نہیں ہیں، بچہ خود اُٹھتا ہے۔ آپ لاہور کے کسی مہنگے سے مہنگے سکول کے باہر کھڑے ہو جائیں، کئی بچے صبح کا ناشتہ سوڈے کے کین یا انرجی ڈرنک سے کرتے نظر آئیں گے۔ ایسا بچہ جسمانی یا دماغی طاقت خاک حاصل کر سکے گا۔ دین تو پہلے گیا تھا، اب تو ان کے ہاتھ سے دنیا بھی گئی۔

سوال: یہ تو ہو گیا والدین کا معاملہ! ایک نسل کو پروان چڑھانے میں زعماء ملت اور ارباب اختیار کی کیا ذمہ داری ہونی چاہیے؟

جھانگیر محمود: قوم کے قائدین یا اہل اقتدار ہم میں سے ہی آتے ہیں، کوئی باہر سے تو نہیں آتے۔ ہماری حکومتوں نے ثابت کر دیا ہے کہ ان سے اچھی توقع رکھنا ہی غلط ہے۔ ہر حکومت کم سے کم سہولیات دے کر زیادہ سے زیادہ ٹیکس لینا چاہتی ہے۔

آصف حمید: اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کو چھوڑ دیا جائے تو دنیا میں بہت سی اقوام اپنی نسل کی جسمانی اور دنیاوی پرورش کے حوالے سے بہت زیادہ مخلص ہیں۔

جھانگیر محمود: ایسا اس لیے ہے کہ اس قوم کے افراد اپنے مقاصد میں سنجیدہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنی حکومت کی فضولیات کو برداشت نہیں کرتے۔ یہ ناقابل تصور ہے کہ دنیا کے کسی ملک کا کوئی افسر یا وزیر اس ملک کے مذہبی نصاب تعلیم پر زبان درازی کرے!

آصف حمید: یہ تو حالیہ واقعہ ہے۔ پرویز رشید صاحب نے جو باتیں کہی ہیں، بیگ صاحب اس پر روشنی ڈالیں۔

ایوب بیگ مرزا: اگر آپ پرویز رشید کے بیان کی ویڈیو دیکھیں گے تو آپ کو زیادہ افسوس ہوگا بجائے اس کے کہ اگر آپ نے ان کی آڈیو سنی ہے یا اخبار میں بیان پڑھا ہے۔ مدارس کے بارے میں جب انہوں نے کہا کہ یہ جہالت کی یونیورسٹیاں ہیں تو سامنے سے قہقہہ لگا۔ یہ استہزاء ہے۔ پھر سب سے بری بات انہوں نے یہ کہی کہ مولوی کے ہاتھ میں ہم نے ایک دن میں 5 دفعہ لاؤڈ سپیکر دے دیا ہے۔ اگر وہ کہتے کہ ہم نے ان کے ہاتھ میں لاؤڈ سپیکر دے دیا تو پھر بات عمومی تناظر میں ہوتی، لیکن پانچ کا مطلب ہے کہ وہ نماز اور اذان کو ٹارگٹ کر رہے ہیں۔ اس پر ہمارے علماء کو دیکھنا چاہیے۔

سوال: بحیثیت مجموعی، ہم اپنی نسل کو تباہ کرنے پر لگے

> **بیٹے کو باپ کا جنازہ اور باپ کو بیٹی کا نکاح خود پڑھانا چاہیے**

ہوئے ہیں۔ کیا قوم کے رہنماؤں پر اس حوالے سے کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

جھانگیر محمود: ریاست کی سب سے پہلی ذمہ داری لوگوں کو پاکستانی ہونا سکھانا ہے۔ محض پاکستانی ہی نہیں بلکہ امت مسلمہ کے ایک فرد کی حیثیت سے اپنا تشخص بنانا۔ یہاں تو ہماری ریاست خود تشخص کو تباہ کرنے پہ لگی ہوئی ہے۔ ایک طرف تو امن کی آشا ہے، جو اصل میں امن کا تماشا ہے۔ دوسری جانب دیکھیں تو نظر آئے گا کہ ہمارے ہاں جب کسی دوسرے ملک سے کوئی سرکاری یا حکومتی شخصیت دورے پر آتی ہے تو اس کے ساتھ انگریزی میں بات چیت کی جاتی ہے۔ انگریزی بولنے والے ممالک

سے آئے ہوئے مہمانوں کے ساتھ انگریزی بولنے کی منطق تو سمجھ میں آ سکتی ہے کہ مترجم کی ضرورت نہیں رہے گی، لیکن جب چین کے وزیراعظم کے سامنے بھی انگریزی میں تقریر کی جائے اور اس کے سامنے بھی شلوار قمیص پہننے میں حقارت محسوس کی جائے تو یہ سب ہماری پست ذہنیت کا عکاس ہے۔

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں ہم تھوڑی سی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ ہم کبھی پاکستانی بن ہی نہیں سکتے جب تک ہم مسلمان نہ بنیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قومیت کی نفی کر کے ایک نظریے کی بنیاد پر پاکستان حاصل کیا تھا۔ اگر ہم مسلمان بنیں تو خود بخود پاکستانی بھی بن جائیں گے۔ اس کے بغیر یہ ممکن نہیں ہوگا۔

> **ریاست کی اوّلین ذمہ داری لوگوں کا قومی تشخص بنانا ہے**

ابھی تعلیم کی بات ہو رہی تھی۔ کسی مجموعی نظام اور تعلیمی نظام کو آپ الگ نہیں کر سکتے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو کرائسز اور کنفیوژن میں چلے جائیں گے۔ آپ فیصلہ کرنے والی پوزیشن میں نہیں رہیں گے۔ اسلام کا کیچ ورڈ عدل ہے۔ حیا اس کی بنیاد ہے۔ اگر ہم اپنا نظام سیکولر رکھیں، یہ کہیں کہ 51 فیصد پارلیمنٹ جو منظور کر دے وہ قانون ہو گا، اور ساتھ ہی ہم یہ بھی کہیں کہ ہمارا مذہب اسلام ہے تو یہ اصل میں تضاد ہے۔ اول تو ہمارا آئین ہی تضادات سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی شق 2-A کہتی ہے کہ ہمارا ریاستی مذہب اسلام ہے۔ آرٹیکل 31 کہتا ہے کہ ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہر شہری کو اچھا مسلمان بنانے میں تعاون کرے، اس کو عربی کی تعلیم دے۔ ایک طرف قرار داد مقاصد ہے، جسے جنرل ضیاء الحق ہمارے آئین کا حصہ بنا گئے۔ اس حوالے سے سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے کہ قرار داد مقاصد کو آئین کی کسی دوسری شق پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ تو یہ ہمارے تضادات ہیں۔ ہم نے اگر سیکولر پاکستان بنانا تھا تو ہندوستان سے الگ ہونے کی ضرورت کیا تھی؟ سیکولر نظام تعلیم اور سیکولر نظام ہوگا، یا پھر اسلامی تعلیم اور اسلامی نظام ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ سیکولر تعلیم رکھ لیں اور نظام اسلامی کر لیں، یا سیکولر نظام رکھ لیں اور تعلیمی نظام کو اسلامی کرنا شروع کر دیں۔ یہ ہے اصل تضاد! ہمارے لیے تو قوم کا لفظ بھی درست نہیں ہے۔ ہمارے لیے صحیح لفظ ہے اُمت۔

سوال: کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ کسی قوم کو اگر شکست دینی ہو تو اس کے نظام تعلیم کو فتح کر لو؟

جہانگیر محمود: یہ بات بہت حد تک درست ہے، کیونکہ نظام تعلیم سے ہی افراد کی ذہن سازی اور شخصیت سازی ہوتی ہے۔ ہمارا نظام تعلیم تو بہت پہلے ختم ہو گیا تھا۔ برصغیر میں جب استعماری طاقت داخل ہوئی تو اس نے سب سے پہلے چیز جو زمین بوس کی ہے وہ نظام تعلیم تھا۔ اس کے بعد اس نے تین نظام تعلیم رائج کیے۔ ایک نظام تعلیم ان کے لیے خاص مڈل مینجمنٹ تیار کر رہا تھا۔ دوسرا لوئر لیول کی کلاس بنا رہا تھا کہ اگر ہمیں کوئی سٹور کیپر، کلرک چاہیے تو اسے لکھنا پڑھنا آنا چاہیے۔ تیسرا، ہمارے اکابرین نے مل کر علوم دینیہ کی تحفیظ اور تشریح و تدریس کے لیے مدارس قائم کیے۔ ان کا آغاز ایک defensive mode میں جا کر کیا گیا تھا، لیکن پاکستان بننے کے بعد بھی یہ نظام جوں کا توں چلتا رہا۔ کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ہمارے صاحبان اختیار کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ ہمیں ایک اپنا نظام تعلیم دیں۔ وہ اسلامی نظام تعلیم ہو، سیکولر نہیں ہونا چاہیے۔

سوال: کیا دنیا میں کوئی قوم ایسی ہے جو اپنی نسل کو تربیت کے تمام مراحل سے گزار کر اس کی پوری پرورش کر رہی ہے، یا سب کا حال ہمارے والا ہی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: بالکل ہے، جس ملک اور جس قوم کو ہم ہر وقت لعن طعن کرتے رہتے ہیں، میری مراد اسرائیل سے ہے۔ وہاں بچوں کو تورات پڑھائی جاتی ہے۔ وہاں بچوں کو junk فوڈ نہیں دیا جاتا۔ وہاں ہر بچے کو جنگ لڑنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ اسرائیل میں ہر شہری کو معلوم ہے کہ اگر کل جنگ ہو جائے، تو مجھے کہاں پہنچنا ہے۔ یعنی پوری مذہبی تعلیم ہے تاکہ بچے عقائد پر مضبوط رہیں، اور آرمی کی ٹریننگ بھی دی جاتی ہے۔ وہ ساری دنیا میں بے حیائی پھیلاتے ہیں لیکن ان کے اپنے ملک میں سود اور بے حیائی کا معاملہ اس طرح نہیں ہے جس طرح باقی دنیا میں ہے۔ یہ انہوں نے ایک مثال قائم کی ہے۔ وہ دنیا میں ایک کروڑ سے بھی کم تعداد میں ہیں لیکن اس وقت دنیا پر غالب ہیں۔

آصف حمید: یعنی وہ اپنی قوم کو مسلسل تربیت دے رہے ہیں۔ ان کو پتا ہے کہ ایک معرکہ ہونا ہے۔ یہ وہ کام تھا جو مسلمانوں کو کرنا چاہیے۔ بحیثیت قوم ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہیے۔

ایوب بیگ مرزا: ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ'' اور ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' کے نعرے لگتے تھے۔ اگر اس ملک میں اسلامی نظام رائج نہ ہوا، اور جس کا لازمی نتیجہ نکلے گا کہ اسلامی تعلیم رائج نہ ہوگی، تو ہم بُری طرح ناکام ہوں گے۔ جہانگیر صاحب اس سیلاب کو resist کر رہے ہیں۔ ایک ہوتی ہے مزاحمت، اور ایک ہوتی ہے جارحیت۔ اس مغلوبی حالت میں ہم جارحانہ رویہ نہیں اپنا سکتے۔ اس لیے ہمیں نظام کو غالب کرنا پڑے گا۔ اگر ہم نے نظام کی طرف توجہ نہ کی تو یہ مزاحمت زیادہ دیر تک قائم نہیں رکھ سکیں گے۔

جہانگیر محمود: ایک دور میں ہمارے کالجوں میں نیشنل کیڈٹ کورس ہوا کرتی تھی۔ اس کے 20 نمبر اضافی ملا کرتے تھے۔ اس میں یہ آپشن رکھا گیا تھا کہ والدین چاہیں تو درخواست دے کر اپنے بچے کے لیے استثنا حاصل کر سکتے ہیں۔ اسرائیل اور سنگاپور میں، کیونکہ سنگاپور کا سارا کا سارا ماڈل اسرائیلی ہے، 18 سال کی عمر کے بعد لڑکے 3 سال جبکہ لڑکیاں 2 سال تک تمام معاملات کو قطع کر کے فوج میں serve کرتے ہیں۔ اگر کسی بچے یا بچی کو کسی وجہ سے reject کر دیا جائے، تو والدین سٹیٹ پر مقدمہ کر دیتے ہیں کہ ہمارے بچے کو کیوں موقع نہیں دیا گیا۔ اس کے برعکس ہم لوگ درخواست دیتے ہیں کہ ہمارے بچے کو دھوپ میں کھڑا نہ کرو۔ یہ ہمارے رویوں کا فرق ہے۔

آصف حمید: میں پروگرام کا اختتام اس التجا پر کرنا چاہتا ہوں کہ صرف ایک لمحے کے لیے فرض کریں کہ آج آپ دنیا میں نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہیں، اور آپ کو وہاں پر نیکیوں کی شدید طلب ہے۔ وہاں نیکی پہنچانے کا واحد ذریعہ آپ کی اولاد ہے۔ اگر آپ ان کو نمازی بنائیں گے تو وہ ہر نماز میں آپ کے لیے دعا کریں گے۔ آپ ان کو اکل حلال کھلائیں گے تو یہ صدقہ جاریہ ہے۔ ذرا سوچیے کہ ہم جتنا فکرمند ان کی دنیاوی زندگی کے لیے ہوتے ہیں، اگر اُخروی زندگی کے لیے بھی ہو جائیں تو ان شاء اللہ ہمارے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی وہ ہمارے لیے توشۂ آخرت بنیں گے، صدقہ جاریہ بنیں گے!

> **ہم کبھی پاکستانی بن ہی نہیں سکتے جب تک ہم مسلمان نہ بنیں**

[اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ''خلافت فورم'' کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔]

ایم کیو ایم...... حقیقت پسندانہ تجزیہ

محمد سمیع

آج ایسا لگتا ہے کہ قوم کے اعصاب پہ ایم کیو ایم سوار ہے۔ پرنٹ میڈیا کے کالم ہوں، ٹی وی چینلز کے ٹاک شوز ہوں، شہروں کے گلی کوچے ہوں یا گاؤں کے چوپال ہر جگہ گفتگو کا موضوع ایم کیو ایم ہے۔ مخالفین کے بیانات ہوں یا ایوان ہائے اقتدار میں خطابات ارکان، ہر جگہ موضوع یہی ہے۔ ان کا بھی جو ایم کیو ایم کے حریف ہیں نہ حلیف۔ اس کی نوبت نہ آتی:

☆ اگر جنرل ضیاء الحق نے حکومتی مفادات کو سامنے نہ رکھا ہوتا اور اس میں یہ سوچ نہ پیدا ہوتی کہ کراچی حکومت کے خلاف ہر تحریک میں پیش پیش ہوتا ہے لہٰذا یہاں کے لوگوں کی یکجہتی کے خاتمے کے لیے لسانی بنیادوں پر ایک ایسی تنظیم قائم کردو جو کراچی کے باشندوں کی اخوت ومحبت کو نفرتوں میں بدل دے۔ کراچی میں اردو بولنے والوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کے نتیجے میں ان میں ایک احساس محرومی یقیناً موجود ہے۔ اگر جنرل ضیاء نے ملکی مفاد میں سوچا ہوتا تو ان طبقات کی محرومیوں کے ازالے کے لیے اقدامات کیے ہوتے، جس کے دوررس نتائج اس شہر کو واقعتاً ایک مضبوط معاشی حب میں تبدیل کرتے اور آج کسی کو شکایت نہ ہوتی کہ یہ معاشی حب بدامنی میں مبتلا ہے۔

☆ ایم کیو ایم کی قیادت کو اتنی سمجھ ہوتی کہ آج اگر کوئی ہماری پشت پناہی کر رہا ہے تو کل وہی اس کے لیے مشکلات بھی کھڑی کر سکتا ہے۔ یکے بعد دیگرے ایم کیو ایم حقیقی اور پنجابی پٹھان اتحاد جیسی تنظیمیں معرض وجود میں آ گئیں۔ وقت کے ساتھ پنجابی پٹھان اتحاد تو معدوم ہو چکا ہے جبکہ ایم کیو ایم حقیقی کا وجود ہے بھی تو غیر موثر دکھائی دیتا ہے۔ قیادت نے دوسری غلطی یہ کی کہ اپنی اس تنظیم کا آغاز ایک فاشسٹ جماعت کی حیثیت سے کیا اور یہ مشہور نعرہ اپنے کارکنوں کو دیا کہ ”جو قائد کا غدار ہے، وہ موت کا حق دار ہے۔“ یہی وجہ ہے کہ تنظیم کے چیئرمین عظیم طارق، خالد بن ولید، عبدالرازق خان ایڈووکیٹ، اقبال حتیٰ کہ عمران فاروق تک کے قتل کے لیے اسے ذمہ دار گردانا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ قائد تحریک اپنی موجودگی میں کسی دوسرے کارکن کو ابھرتے نہیں دیکھ سکتا۔ ایک اور نعرہ جس پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ تھا کہ ”ٹی وی بیچو اور اسلحے خریدو۔“ مہاجر برادری ایک پُر امن برادری رہی ہے لہٰذا اسے اسلحوں سے دلچسپی نہیں تھی، لیکن جب قصبہ کالونی میں دن دہاڑے پہاڑیوں سے فائرنگ کر کے لوگوں کو پرندوں کی طرح مارا گیا اور علی گڑھ کالونی میں شب خون مار کر لوگوں کے گھروں میں گھس کر لوٹ مار مچائی گئی جس کے نتیجے میں پتہ نہیں کتنے لوگ مارے گئے، اس پر مستزاد پشاور سے ایک پختون لیڈر کا یہ بیان کہ ضرورت پڑنے پر وہ دس ہزار کا لشکر لے کر کراچی پہنچ سکتے ہیں، تو ضرورت اس بات کی تھی کہ مہاجروں کو اسلحے رکھنے کی تلقین کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج اگر کراچی میں کوئی بڑی خوں ریزی نہیں ہو رہی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلحہ کے حوالے سے مختلف طبقات میں توازن پیدا ہو چکا ہے۔

☆ ایم کیو ایم کو کسی کے اشارے پر متحدہ قومی موومنٹ میں تبدیل نہ کیا جاتا۔ نام کی تبدیلی کے باوجود یہ ایک قومی جماعت کی حیثیت حاصل نہ کر سکی۔ جن تین دعووں کے ساتھ یہ وجود میں آئی تھی، ان میں سے کوئی دعویٰ پورا نہ ہو سکا۔ نہ ہی مہاجر قومیت تسلیم کی گئی، نہ کوٹا سسٹم ختم ہوا اور نہ ہی محصورین بنگلہ دیش کی واپسی ہو سکی۔ قومی جماعت بننے کے بعد اس کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ ان معاملوں تک ہی اپنے آپ کو مرکوز رکھ سکے۔ سندھ کی لیڈر شپ کا خواب بھی اس کی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔

☆ ایم کیو ایم جاگیرداروں اور زمینداروں وغیرہ کے خلاف نعرے لگاتی رہتی ہے لیکن اس کے فاشسٹ طور طریقوں کے نتیجے میں کراچی میں اس قدر خوف پیدا ہو چکا ہے کہ کوئی شخص ایم کیو ایم کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکتا۔ اس سے یہ تاثر پیدا ہوا کہ شہری جاگیرداری کی ایک نئی شکل وجود میں آ چکی ہے۔ اس کے نتیجے میں زمینداروں اور جاگیرداروں کے خلاف اس کے موقف کو ضعف پہنچا ہے۔

☆ آغاز میں اس نے میڈیا کے خلاف اپنی nuisance power کا بھرپور استعمال کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میڈیا نے خوف کی بنا پر اس پر تنقید کرنا چھوڑ دیا۔ اگر ایم کیو ایم نے میڈیا کو اپنی آزادی کا استعمال کرنے دیا ہوتا اور خود پر تنقید برداشت کی ہوتی تو اس کے اصلاح کی پھر بھی گنجائش باقی رہتی۔

☆ اس جماعت کے وجود میں آنے کے بعد سیاست میں بھتہ خوری اور قتل و غارت کا کلچر پیدا ہوا۔ اپنے مخالفین کے لیے باقاعدہ ٹارچر سیل بنائے گئے۔ یہ کلچر بعد میں دیگر جماعتوں نے بھی اختیار کیا اور کچھ مذہبی سیاسی جماعتیں بھی اس میں ملوث ہوئیں۔

☆ ایم کیو ایم کے وجود میں آنے سے پہلے کراچی پر مذہبی سیاسی جماعتوں کی بالادستی تھی۔ ان جماعتوں کو اس حقیقت سے سمجھوتا کر لینا چاہیے تھا کہ اب ان کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اپنی حیثیت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے وہ ایم کیو ایم سے مخاصمت کی بجائے نصح وخیر خواہی کا حق ادا کرتے ہوئے ان میں اصلاح پیدا کرنے کی کوشش کرتیں۔ میں یہ کہا کرتا ہوں کہ جس طرح مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے اسی طرح ایم کیو ایم کو سیاسی مذہبی جماعتوں کی مخاصمت نے مستحکم اور طاقتور کر دیا۔ کچھ بھی ہو، یہ نوجوان ہمارے ہی بچے تھے اور مذہبی جماعتوں کا تو فرض یہ بنتا تھا کہ۔

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

کے مصداق انہیں اپنے سے جوڑنے کی کوشش کرتے۔ اس ضدم ضدا کا نتیجہ یہ نکلا کہ نوجوان بپھر گئے۔ میں صرف چند باتیں اس سلسلے میں عرض کروں گا۔

ایک مذہبی سیاسی جماعت نے عصبیت کے خلاف بھرپور مہم چلائی۔ احادیث مبارکہ پر مشتمل اسٹکرز چھپائے گئے اور اپنے رہنما کی لکھی ہوئی کتاب ”پیاز کے چھلکے“ کو کافی وسیع تعداد میں عام کیا۔ اپنے طور سے انہوں نے بڑا اچھا کام کیا لیکن اسی جماعت کے ترجمان اخبار نے ایم کیو ایم حقیقی کی خبریں عام کیں۔ تعصب کوئی بھی پھیلائے، اس کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے تھی ورنہ تعصب کے خلاف مہم چہ معنی دارد۔ پھر یہ جماعت بالکل اسی سطح پر آ گئی جس پر ایم کیو ایم ہے، ان معنوں میں کہ ایک طویل عرصے تک دونوں جانب سے پریس ریلیز کا ایک دوسرے کے خلاف

اشاعت کا سلسلہ جاری رہا۔ اخبار والے وہ دونوں پریس ریلیز آمنے سامنے لگاتے تھے۔ ان کے پاس ایک طلبہ تنظیم کافی تھی لیکن اسے ناکافی سمجھتے ہوئے ایک اور نام سے نوجوانوں کی ایک تنظیم لائی گئی۔ وہ بعد میں دو دھڑوں میں بٹ گئی تو ایک تیسری تنظیم نوجوانوں کی لائی گئی۔ پھر اسلامک فرنٹ کے پلیٹ فارم سے جو کچھ عوام کے سامنے آیا اسے عوام نے اس لیے پسند نہیں کیا کہ وہ اس جماعت کے بارے میں ایک مخصوص دینی تصور رکھتے تھے اور اس کے پلیٹ فارم پر جینز پہنے ہوئے نوجوانوں کو بھنگڑے ڈالتے دیکھ کر ان کا وہ تصور چکنا چور ہو گیا جس کا نتیجہ الیکشن میں ظاہر ہوا۔ کاش ایسا نہ کیا جاتا۔

☆1992ء کا فوجی آپریشن ایم کیو ایم کی تقویت کا باعث بنا۔ اسی دوران اس کے قائد کو پاکستان سے نکلنے کی آسانی مہیا کی گئی۔ برطانیہ میں پہلے سیاسی پناہ اور پھر شہریت اسے حاصل ہوگئی اور اس کے بعد ٹیلیفونک خطابات کا سلسلہ چلا۔ کاش کہ شروع ہی میں ان خطابات پر پابندی عائد کردی گئی ہوتی۔ پاکستان کی جانب سے ان خطابات پر پابندی لگانے کی درخواست پر برطانیہ سے جو جواب ملا ہے وہ ہمارے لیے eye opener ہونا چاہیے۔

☆فوجی آپریشن میں ٹارگیٹڈ لوگ یا تو روپوش ہو جاتے ہیں یا بیرون ملک نکل جاتے ہیں اور سارا نزلہ عوام پر گرتا ہے، اور یہی ہوا۔ ان کے ساتھ جو معاملہ کیا گیا اس سے ان کی اپنی قیادت سے ہمدردی میں اضافہ ہی ہوا۔ اب بھی جو کچھ ہو رہا ہے اس سے یہ تاثر عام ہوا ہے کہ سارا آپریشن ایک پارٹی کے خلاف ہو رہا ہے اور اس کے نتیجے ہی میں NA-46 کے الیکشن میں عوام نے اپنا ردعمل دیا ہے۔ اس تاثر کو حکام جلد از جلد ختم کریں۔ سپریم کورٹ نے کراچی بدامنی کیس میں ان تمام پارٹیوں کے نام ظاہر کر دیے ہیں جن کی صفوں میں جرائم پیشہ لوگ موجود ہیں۔ ان پر حکام کو ہاتھ ڈالنے میں تاخیر نہیں کرنا چاہیے۔

☆اگر اس تاثر میں کچھ حقیقت ہے کہ ایم کیو ایم کراچی کی بدامنی میں ملوث رہی ہے تو اس جرم میں ملک کی دو بڑی سیاسی پارٹیاں بھی یکساں ملوث ہیں جنھوں نے اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے اسے زینہ بنایا۔ وہ جو ساحر لدھیانوی نے خواتین کے بارے میں کہا تھا ؎

مردوں کو جنم دیا عورت نے، مردوں نے اسے بازار دیا
جب جی چاہا مسلا کچلا جب جی چاہا دھتکار دیا

یہی حرکت ان دو بڑی پارٹیوں نے ایم کیو ایم کے ساتھ کی

ہے۔ اگر اصلاح احوال کی کوششیں بیکار ثابت ہوئیں تو یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ان تمام اتحادی پارٹیوں کے خلاف بھی ایکشن ہونا چاہیے کہ یہ انصاف کا تقاضا ہے۔

آخر میں مختصر ترین بات یہ کہ قوم کو اپنے دل سے ایم کیو ایم نفرت نکال دینی چاہیے اور ایم کیو ایم کو اپنی پارٹی سے جرائم پیشہ افراد خارج کر کے نارمل سیاسی پارٹی بن جانا چاہیے۔ صرف اسی صورت میں کراچی میں امن قائم ہوسکتا ہے۔ الحمدللہ سیاسی جماعتوں میں یہ سوچ موجود ہے کہ ایم کیو ایم کو بحیثیت سیاسی جماعت قائم رہنا چاہیے۔ اس کی معقول وجہ بھی ہے۔ کراچی میں ترقیاتی کاموں میں اس وقت کے کم سن ترین میئر ڈاکٹر فاروق ستار نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا تو بعد کے ادوار میں مصطفیٰ کمال نے اپنی شب و روز کی محنت سے کراچی کا نقشہ ہی بدل دیا جس کا اعتراف نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی کیا گیا۔ ایم کیو ایم میں نوجوانوں کی ایک توانا اور منظم قوت موجود ہے۔ اس نے عوامی مسائل میں دلچسپی لے کر ان کا حل بھی نکالا ہے جس نے اسے سیاسی جماعتوں میں ایک ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ اگر وہ ایک نارمل سیاسی حیثیت سے کام کرے تو اس کے بارے میں عوامی سطح پر جو ایک منفی تاثر پیدا ہوا اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جن نوجوانوں کے ذہن میں یہ نعرہ راسخ کر دیا گیا ہے کہ ''ہمیں منزل نہیں رہنما چاہیے'' اور جن کا اپنے قائد سے محبت کا یہ حال ہو کہ وہ مستانہ وار یہ نعرہ لگاتے ہوں کہ ''ہم نہیں ہمارے بعد الطاف الطاف'' ان کے ذہنوں سے قائد تحریک کو نہیں نکالا جاسکتا۔ لہٰذا اگر کچھ لوگوں کی سوچ میں مائنس الطاف کا فارمولا موجود ہے تو وہ عملی طور پر ایسا کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ ''میں سخن فہم ہوں غالب کا طرف دار نہیں'' کے مصداق میرا ایم کیو ایم سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں بلکہ نظریاتی طور پر مجھے ان کے مخالفین میں شمار کیا جاسکتا ہے لیکن ہمارے استاد نے ہمیں یہ درس دیا ہے کہ اگر کسی سے اختلاف ہو تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ اس میں کوئی خوبی سرے سے موجود نہیں اور اگر کسی سے اتفاق ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں کوئی خامی نہیں۔ ہمیں کسی کے بارے میں اظہار خیال کرتے وقت ان دونوں پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا پر مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ پروردگار اس شہر کو امن کا شہر بنا دے۔

☆☆☆☆☆

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم و حکمِ قرآنی کا ترجمان
سہ ماہی حکمت قرآن لاہور
تازہ شمارہ
اپریل تا جون 2015ء شائع ہو گیا ہے!
بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم ۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اہم مضامین

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست! — حافظ عاطف وحید
ملاکُ التأویل — ڈاکٹر صہیب بن عبدالغفار حسن
اسلامی نظریہ حیات — ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
احکامِ شریعہ میں حالات و زمانہ کی رعایت — پروفیسر محمد انس حسان
اسلام اور مسلمانوں کو درپیش موجودہ چیلنجز؟ — احمد جاوید
تفہیم القرآن میں تقابل ادیان — عظمیٰ خاتون فلاحی
پانی کی مادی اور روحانی قوتوں کا راز — ڈاکٹر ایم انعام کھوکھر

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 50 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 200 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

شیخ یوسف القرضاوی کا مصری عدالت کے فیصلے پر سوشل میڈیا میں بیان

بیان الشیخ القرضاوی حول احکام القتل التی اصدرتها المحکمة الهزلیة

"الحمد للّٰه، والصلاة والسلام علی رسول اللّٰه، وعلی آله وصحبه ومن اتبع هداه، وبعد:

فقد اتصل بی عدد من وسائل الإعلام أمس والیوم، علی إثر صدور الحکم)الهزلی)، مما یسمی بـ(محکمة) جنایات القاهرة، التی صارت تحاکم العلماء والقادة والسیاسیین، بدلًا من محاکمة القتلة والمجرمین۔......الخ

حمد اور درود وسلام کے بعد!

مصری عدالت کے مسخرانہ فیصلے کے بعد، وہ عدالت جو قاتلین اور مجرمین کی بجائے علماء، مصلحین اور سیاستدانوں کا محاکمہ کر رہی ہے، (اس بارے میں) میڈیا کے بہت سے نمائندوں نے مجھ سے رابطہ کیا ہے۔ میں اس جھوٹے الزام کو serious نہیں لے رہا تھا بلکہ وہ لوگ جو جیلوں میں بے انصافی سے ٹھونسے گئے انہوں نے بھی اس الزام کو گھاس نہیں ڈالی اور اگر انہیں عدالتوں میں حاضری پر مجبور نہ کیا جاتا تو کبھی بھی حاضر نہ ہوتے، کیونکہ پوری دنیا جانتی ہے کہ مصر میں کوئی قابل احترام نظام عدل موجود نہیں رہا بلکہ اختیار فوجی باغیوں کے پاس ہے اور عدالت محض ایک آلۂ کار ہے جس کے ذریعے حریت، عدالتِ اجتماعی اور کرامتِ انسانی کا نعرہ لگانے والوں کا صفایا کیا جا رہا ہے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ اس عدالت کو حسنی مبارک کا کوئی جرم نظر نہیں آیا، وہ حسنی مبارک جس نے 30 سال تک مصر میں فساد اور لوٹ مار مچائی رکھی اور اپنے عہد کا اختتام انقلابی نوجوانوں کے قتل عام پر کیا۔ اس عدالت نے نہ اُسے کوئی سزا سنائی نہ اس کے بیٹوں، نہ اس کی پارٹی کے افراد کو اور نہ اعلیٰ پولیس حکام کو بلکہ نہتے مظاہرین کو قتل کرنے پر ایک فرد کو بھی سزا نہیں دی گئی جبکہ دوسری طرف مصر کے پہلے شفاف طریقے پر منتخب ہونے والے صدر کو موت کی سزا سنا دی گئی۔ یہ لوگ مرسی اور ان کے ساتھیوں کا عدالتی محاکمہ کر رہے ہیں، اور یہ چاہتے ہیں کہ جنوری کے سیاسی انقلاب میں شرکت کرنے والے ہر شخص کو پھانسی دے دی جائے لیکن انہیں اس پر قدرت نہیں۔ چونکہ یہ وہ انقلاب تھا جس نے ان کی نیند چھین لی، ان کے تخت ہلا دیئے، ان کے جھوٹے اقتدار میں بھونچال پیدا کر دیا اور اس لئے کہ یہ ایسا انقلاب تھا جو فسادی اور غاصب ٹولے سے غصب کیئے گئے حقوق واپس عوام کو دلانے کا باعث تھا۔

لیکن اللہ جھوٹ کو جھوٹ دکھا کر رہتا ہے، وہ جھوٹ جسے ہر سمجھنے والا دل، دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان جانتے ہیں۔ تمام مصریوں کے علم میں ہے کہ جیلیں کس نے کھولیں اور کس نے مجرموں کو رہائی دی اور بطران اس صبح کیسے قتل کر دیا گیا جب اس نے وہ جیل کھولنے سے انکار کر دیا جس کا وہ نگران تھا۔ یہ سب جانتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر کئی ویڈیوز ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پولیس نے جیل کے دروازے کھولے تا کہ ملک میں انتشار پھیلے۔ لیکن اللہ نے ان کا فریب ظاہر کر دیا، بلکہ امت اور اس کے مفادِ عامہ سے جو دشمنی یہ رکھتے ہیں وہ واضح کر دی۔ خاص کر امت کا بنیادی مسئلہ، یعنی مسئلہ فلسطین۔ اور صاف پتہ چل گیا کہ یہ لوگ امت کی دشمن صف میں کھڑے ہیں۔ انہوں نے فلسطین کے لیے شہید ہونے والوں کی بابت بھی پھانسی کا حکم دے رکھا تھا، اور ان کے لیے بھی پھانسی کا حکم دے دیا جو بیس بیس سالوں سے صیہونی جیلوں میں قید ہیں۔

اور لائق استہزاء بات یہ ہے کہ میں بھی ملزم قرار پایا اور میرے لیے بھی پھانسی کی سزا سنا ڈالی ہے اور الزام یہ بتایا کہ میں نے وادی نطرون کی جیل میں دھاوا بولا جبکہ میں نے تو آج تک وادی نطرون دیکھی بھی نہیں اور یہ بھی میرے علم میں نہ تھا کہ وہاں کوئی جیل بھی ہے جس میں اخوان کی قیادت کو بند کیا گیا ہے۔ پھر میں وہاں دھاوا بولنے والوں میں کیسے شامل ہو سکتا ہوں؟ میں تو قطر میں مقیم ہوں جو ہزار ہا میل کے فاصلے پر ہے، برسوں سے یہاں منبر پر بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دیتا ہوں۔ لوگ تمام دنیا میں میرے خطابات سنتے ہیں۔ میری عمر اسّی سال سے تجاوز کر چکی اور میں تو ویل چیئر کے بغیر زیادہ چل بھی نہیں سکتا۔

پھر میرے ذہن میں بھی یہ سوال آتا ہے جیسا کہ دیگر لوگ بھی یہ پوچھ رہے ہیں کہ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ اس جیل پر حملہ کی تفتیش تو کر رہے ہیں جبکہ دیگر جیلوں پر جو حملے ہوئے، ان کی کوئی تحقیق نہیں کی جا رہی؟ کیا حق کہنے کی یہ سزا تم مجھے دو گے، قوم کا حق حریت مانگنے پر تم مجھے پھانسی سے دھمکاؤ گے؟ میں نے تو طلبِ علم و دعوت الی اللہ کے پہلے روز سے اپنی زندگی کا شعار اس آیت کو بنا رکھا ہے۔

﴿الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيبًا۝﴾ (الأحزاب:39)

''جو لوگ اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اُسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے اور اللہ حساب لینے کو کافی ہے۔''

میں نے آغازِ جوانی ہی سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ نعرہ لگایا تھا: اللہ کی راہ میں مرنا، ہماری سب سے بڑی تمنا ہے، ہمارا عشق شہادت ہے۔ ہم ایک روز بھی اس سے نہیں گھبرائے بلکہ ہماری زبانوں سے پیشتر دل یہ کہتے تھے،

﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُّصِيبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖ أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُونَ۝﴾ (التوبة:51،52)

''کہہ دیجیے (اے نبی ﷺ) ہمیں وہی ملے گا جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ رکھا ہے وہی ہمارا ساتھی ہے اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسا رکھنا چاہیے، کہہ دیجیے تم تو انتظار نہیں کر رہے ہمارے لیے سوائے دو بہتریوں میں سے ایک کا اور ہم اس انتظار میں ہیں کہ اللہ اپنے ہاں سے تمہیں عذاب دے دے یا ہمارے ہاتھوں، سو انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔''

میں تمام عمر حق کہتا رہوں گا۔ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے میں نہیں گھبراتا، نہ ہی کسی جابر کے غصے سے اور نہ ہی ظالم کی دھمکی سے، میں کمزور

عوام کا ساتھ دیتا رہوں گا حتیٰ کہ اسے اپنی حریت وحقوق واپس مل جائیں، وہ خود مختار ہو جائے۔ میں نے اسی پر زندگی گزاری ہے اور اللہ سے دعا ہے کہ اسی پر مروں۔ میں سیسی، اس کے ساتھیوں، ججوں، میڈیا اور اس کے (سیاسی) مفتیوں سے کہتا ہوں، وہ لوگ کہ جن کو کرسی جانے کے خطرے سے پاگل پن ہو چکا، تم نے جو فیصلہ سنایا ہے یہ ہمارے خلاف نہیں بلکہ اپنی جانوں کے خلاف فیصلہ دیا ہے۔ کل دیکھنے والا دیکھ رہا ہے۔ کل جو ہونا ہے، ہر آنکھ دیکھ رہی ہے۔

میں نے اپنی زندگی اسلام کی خدمت میں گزاری ہے۔ خطیب، مدرس، مفتی، لکھاری، شاعر اور داعی کی حیثیت سے۔ کوئی بھی شخص چاہے وہ صدر ہو یا گورنر یا کوئی اور وہ نہ میری عمر میں کچھ اضافہ کر سکتا ہے نہ کمی۔

﴿فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ٥﴾ (الاعراف:34)

’’جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو نہ ایک گھڑی پہلے جا سکتے نہ بعد‘‘

﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا﴾ (المنافقون:11)

’’اور جب موت آ جاتی ہے تو اللہ ہرگز کسی کو مہلت نہیں دیتا‘‘

میں ہمیشہ اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی راہ میں شہادت سے سرفراز کرے۔

اے فوجی باغیو!

ہم کل تمہارے بڑوں سے بھی نہ ڈرے تھے اور ان کے سامنے بھی ہم نے حق بات کہی اور حق کی راہ میں مطمئن رہتے ہوئے، صبر کرتے ہوئے، ڈٹے ہوئے سب کچھ برداشت کیا۔ آج ہم تم سے بھی نہ ڈریں گے اور نہ تم ہم کو کبھی خوف زدہ کر پاؤ گے۔ اس بھول میں مت رہنا کہ ان احکامات سے یہ ملک تمہارے تابع ہو جائیں گے یا یہ کہ بندے تمہارے سامنے سر جھکا دیں گے۔

﴿كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ٥﴾ (النور:39)

’’جیسے میدان میں ریت کہ پیاسا اسے پانی سمجھے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے۔ اور اللہ ہی کو اپنے پاس دیکھے تو وہ اس کا حساب پورا پورا چکا دے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔‘‘

تم جلد ہی اپنے کاموں کی سزا پاؤ گے۔ دنیا میں تم تختہ دار پاؤ گے یا تاریخ کے کوڑے دان میں سڑو گے۔ پھر تم اس کے سامنے پیش ہو گے جو زبردست ومنتقم ہے، جس نے اعلان جنگ دے رکھا ہے اپنے اولیاء کے دشمنوں کو اور جس نے اپنی کتاب میں ہر متکبر وسرکش کو دھمکایا ہے۔

﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ٥ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ٥﴾ (الممتحنۃ:4،5)

’’اے ہمارے پروردگار تجھی پر بھروسا ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی حضور میں (ہمیں) لوٹ کر آنا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم کو کافروں کے ہاتھ سے عذاب نہ دلانا اور اے ہمارے پروردگار! ہمیں معاف فرما، بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔‘‘

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

رفقاء کے تحریری سوالات اور

امیر تنظیم اسلامی **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ

کے جوابات پر مشتمل **ماہانہ پروگرام**

تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر

امیر سے ملاقات

کے عنوان سے دیکھا جا سکتا ہے

☆ رفقاء تنظیم پروگرام کے لیے سوالات اپنے نام اور مقامی تنظیم وحلقہ کے حوالہ کے ساتھ ہر ماہ کی **20 تاریخ** تک درج ذیل ذرائع سے بھجوا سکتے ہیں۔

i) بذریعہ ای میل: media@tanzeem.org پر۔ ii) بذریعہ خط: K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتے پر۔

iii) بذریعہ SMS موبائل نمبر 0312-4024677 پر۔

خالصتاً فقہی نوعیت کے سوالات کے جوابات نہیں دیئے جائیں گے

المعلن: مرزا ایوب بیگ (ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور

042-35869501-3/042-35856304

تنظیمی اطلاعات

حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقام تنظیم ’’پشاور غربی‘‘ میں نعمان اعظم کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی طرف سے مقامی تنظیم پشاور غربی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 7 مئی 2015ء میں مشورہ کے بعد نعمان اعظم کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ مالاکنڈ کی مقامی تنظیم ’’باجوڑ غربی‘‘ میں یوسف جان کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ مالاکنڈ کی طرف سے مقامی تنظیم باجوڑ غربی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 7 مئی 2015ء میں مشورہ کے بعد یوسف جان کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

بانیٔ تنظیمِ اسلامی و داعیٔ تحریکِ خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی چند فکر انگیز تصانیف

داعیٔ رجوع الی القرآن کا شہرہ آفاق دورہ ترجمہ القرآن
اب کتابی شکل میں بعنوان

بیان القرآن

حصہ اول: صفحات :359 ، قیمت 450 روپے
حصہ دوم: صفحات :321 ، قیمت 400 روپے
حصہ سوم: صفحات :331 ، قیمت 425 روپے
حصہ چہارم: صفحات :394 ، قیمت 450 روپے
حصہ پنجم: صفحات :480 ، قیمت 550 روپے
حصہ ششم: صفحات :484، قیمت 590 روپے

شرک کی حقیقت، اقسام اور دورِ حاضر کے
شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجیے

حقیقت و اقسامِ شرک

قیمت اشاعت عام :60 روپے، خاص :90 روپے

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم

منہج انقلابِ نبویؐ

مجلد :400 روپے غیر مجلد :200 روپے

بعثتِ انبیاء کا اساسی مقصد بعثتِ محمدیؐ
کی اتمامی و تکمیلی شان

نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

اشاعت خاص :50 روپے

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون سی ہیں؟

دینی فرائض کا جامع تصور

اشاعت خاص 25 روپے، عام 20 روپے

پاکستان کی اساس، معجزانہ قیام، عالمی غلبہ اور
پاکستان، استحکام کا واحد ذریعہ اسلامی انقلاب

استحکامِ پاکستان

اشاعت خاص :150 روپے

سورۃ العصر کی روشنی میں

راہِ نجات

اشاعت خاص :70 روپے، مختصر ایڈیشن :20 روپے

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ مقصدِ بعث، اسوۂ رسولؐ
رسول انقلابؐ کا طریق انقلاب، ختمِ نبوت

رسول اکرم اور ہم

اشاعت خاص :450 روپے

اُمتِ مُسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل

اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت

مجلد 100 روپے، غیر مجلد 45 روپے

پاکستان اور ملت اسلامیہ کے حال اور مستقبل کے
تناظر میں لکھے گئے فکر انگیز اخباری کالموں کا مجموعہ

بصائر

صفحات :130 قیمت :65 روپے

قرآن حکیم کی عظمت، تعارف اور حقوق و مطالبات
جیسے علمی و عملی موضوعات پر 8 کتابوں کا مجموعہ

قرآن حکیم اور ہم

اشاعت خاص 400 روپے، عام 270 روپے

برعظیم پاک و ہند میں

اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل

اور اس سے انحراف کی راہیں

اعلیٰ ایڈیشن :50 روپے

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبول عام دستاویز
جس کا انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

اشاعت خاص :45 روپے، اشاعت عام :25 روپے

سابقہ اور موجودہ

مسلمان اُمتوں کا ماضی حال اور مستقبل

اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری

اشاعت خاص 120 روپے

ڈاکٹر صاحب کے دو خطبات کا مجموعہ

اسلام میں عورت کا مقام

اشاعت خاص :100 روپے، اشاعت عام :70 روپے

مفصل فہرست طلب کیجیے: مکتبہ خدام القرآن، 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر 3-35869501-042

Attack on journalists: ‘Israeli army respects nobody’

Harsh treatment of journalists and non-violent Palestinian protestors is the usual behavior of the Israeli army. They violate freedom of speech and journalists’ rights to cover events in Israel, said Mustafa Barghouti, Palestine National Initiative.

Israeli police have assaulted an international News Channel’s Arabic crew while they were trying to film a controversial annual Israeli march through Jerusalem and its Muslim quarter. The Channel’s correspondent Dalia Nammari had to broadcast via her mobile phone, after the crew's regular camera was damaged by Israeli police.

Commenting on the incident a spokesperson from the Palestine National Initiative said, “We are hurt but not shocked at all. This is a usual behavior for the Israeli army against journalists and against also peaceful, non-violent Palestinian demonstrators. They did the same thing two days ago when we were demonstrating in Ni’lin. They attacked us and they attacked the journalist in a vicious way. Let us also remember that during the last attack on Gaza less than a year ago the Israeli army killed 18 journalists, including an Italian journalist, in their attack on the Palestinian people. So this violation of the freedom of expression and violation of the rights of the journalists to cover what happens is frequently the behavior of the Israeli army which respects nobody. And let me remind you that they were celebrating the illegal annexation of East Jerusalem, which is considered illegal by every international law.”

Unfortunately, we don’t see much protest against what the Israeli government, army, and police are doing against journalists. And more than that, there is very little information in the Western media about the violation of media rights. So many journalists have been killed or injured, but unfortunately this does not get coverage in the West, as if Israel is allowed to be above international law and allowed to have impunity to international law.

A spokesperson from The Union of International journalists said “I think what you have here is a racist apartheid system, a system of occupation that has become the longest occupation in modern history, more than 48 years of occupation and a system of racial discrimination, which has lasted for the last 67 years. Unfortunately this behavior - occupation and the rise of apartheid - is hurting Israel itself. The moral values are declining and Israel is going backwards. Some of the behavior sometimes is very fascist against people who are non-violently protesting for their rights. So this is a degradation that is continuing. As long as there is an occupation, as long as a system of apartheid and segregation is allowed to continue, this would negatively affect everybody in this place, Palestinians and Israelis. That is why an end must be put to occupation and to the system of apartheid and segregation as soon as possible. But this would not happen unless there is sufficient international pressure on Israel, including the use of boycott and the divestment sanctions, as was done to the apartheid system in South Africa.”

<u>Courtesy:</u> Russia Today

روزہ اور رمضان المبارک کی عظمت اور فضیلت سے آگاہی
اور عظمتِ انسان سے واقفیت کے لیے

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے دو کتابچے ---- خود پڑھیے اور احباب کو تحفتاً پیش کیجیے :

① عظمتِ صوم

قیمت: -/25روپے

حدیث قدسی فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ کی روشنی میں

② عظمتِ صیام وقیامِ رمضان مبارک

قیمت: -/25روپے